هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

فاروق

قادیان

تحریک جدید کا اخبار

ایڈیٹر: شیخ محمود احمد عرفانی (?) ایڈیٹر یعقوب علی احمدی

شرح چندہ پیشگی
سالانہ ۵ ششماہی ۳ سہ ماہی ۲
مساکین، طلباء، بیرونِ ہند
قیمت فی پرچہ ۱/
منیجر: شیخ احمد عرفانی

تاریخہائے اشاعت: ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

نام ... قادیان ... دارالانوار
Qadian

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۸ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۸ مئی ۱۹۳۹ء | نمبر ۲۰

دارالامان کا ہفتہ

(۱) سیدنا امیر المؤمنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ۲۲ مئی کو گیارہ بجے دن کے بعد سندھ تشریف لے گئے۔ حضور کے ہمراہ سیدہ ام طاہر احمد صاحب حرم ثانی امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ اور پرائیویٹ سکرٹری صاحب اور جناب انچارج تحریک جدید بھی ہیں۔ اور خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب بھی گئے ہیں۔ مقامی امیر حضور نے حضرت مولوی شیر علی صاحب کو اور امام الصلوٰۃ محترم مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کو مقرر فرمایا۔ حضور کی صحت اچھی ہے۔

(۲) سیدہ حرم اول حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ کا ارشاد ہے۔ کہ احباب صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کی امتحان میں کامیابی کے لئے بہت دعا کریں۔

(۳) ۲۵ مئی کو سیدنا خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی ہدایات کے ماتحت مرکزی مجلس خدام الاحمدیہ کے زیرِ اہتمام دوسرا اجتماعی یوم عمل منایا گیا۔ اور حسب طریق سابق اس دفعہ بھی محلہ دارالرحمت اور دار العلوم کی درمیانی سڑک پر مٹی ڈالی گئی۔ اس موقعہ پر بھی تمام احباب قادیان و

(بقیہ ملاحظہ ہو کالم ع۳ پر)

مقصود احمدی

اے احمدی! تو کوئے مولیٰ کا ہو گداگر
تیری گداگری کو شاہی پہ برتری ہو
دنیا کو دے سبق تو خلقِ محمدیؐ کا
ہاتھوں میں تیرے وصفِ تلوارِ حیدری ہو
سینوں میں تو سمائے بن کر دوا دلوں کی
تیری حیات کیا ہو بس بندہ پروری ہو
امید کا دیا ہو تاریکیوں میں شب کی
مقصود تیرا بھولے بھٹکوں کی رہبری ہو
سردہ دلوں کو پھر سے جو زندہ کر دکھائے
باتوں میں تیری بس وہ اعجازِ دلبری ہو
ہر دل تڑپ اٹھے پھر تیری صدا کو سنکر
نغموں میں تیرے پیدا سوزِ سمندری ہو
بن کر ہدایتوں کا تو آفتاب چمکے
خورشید کو بھلا پھر کیا تیری ہمسری ہو
تجھ کو عطا ہو پھر سے سحرِ عصائے موسیٰ
باطل وہ تیرے آگے جادوئے سامری ہو
تاثیر ہو بیاں میں آبِ حیات کی سی
ٹہنی پہ جس شجر کی پڑ جائے وہ ہری ہو
جس راہ پر سے گزرے اس خاک راہ کا ہاں
ہر ایک ذرہ رشکِ تاجِ سکندری ہو
تو فتحیاب لوٹے ہر ایک معرکے سے
تیرے جلو میں ہر دم اقبالِ اکبری ہو
یہ ہے دعا قمرؔ کی یارب! قبول ہووے
اس قلبِ مضطرب کا ہر داغ پھول ہووے

(قمر اجنالوی)

بزرگان سلسلہ و خاندانِ رسالت شامل ہوئے۔ ۶ بجے صبح سے ۱۰ بجے تک کام کیا۔ جس میں ۱۵ ہزار مکعب فٹ سڑک پر مٹی ڈال کر ہموار کر دیا۔ نہایت عمدگی سے یہ دوسرا یوم عمل بھی پورے انتظام و اہتمام کے ساتھ انجام پذیر ہوا۔ پانی پلانے اور کدالوں وغیرہ کی مرمت کرانے اور چوٹ وغیرہ لگنے پر ڈاکٹری امداد بہم پہنچانے کا خاطر خواہ انتظام تھا۔

افریقہ کے دو قیدیوں کی اخبار کیلئے درخواست

ٹوبار و علاقہ افریقہ جیل میں دو بھائی عبد المجید اور عبد الغنی غیر احمدی قیدی ہیں۔ جو چاہتے ہیں۔ کہ ان کے نام سلسلہ کا اخبار جاری کرایا جائے۔ لہٰذا صاحب ہمت احباب بغرض تبلیغ پانچ روپیہ چندہ بیرون ہند کا عطا فرما کر ان دو اسیروں کے نام فاروق جاری کرا کر تبلیغ کا ثواب حاصل کریں۔

درخواست دعا

مکرم حاجی عبد القدیر صاحب ٹھیکیدار سٹ بھجاپور احباب سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ ان کے فرزند اکبر کی اہلیہ اور ان کا پوتا محمد کامل اور پوتی حفظ خاتون عرصہ سے علیل ہیں۔ ان کی صحتیابی اور درازئ عمر کے لئے احباب دعا فرما کر ثواب حاصل کریں۔

(۲) مولوی سراج الحق صاحب پٹیالہ سے اپنی صحت کے لئے احباب سے درخواست دعا کرتے ہیں وہ چند عوارض میں مبتلا ہیں۔ احباب دعا کر کے ثواب حاصل کریں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک نہایت ہی ضروری اعلان

(منجانب مولوی عبد الرحمٰن صاحب مبشر مولوی فاضل مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسی حالت میں جبکہ حضور اکیلے بے یار و مددگار تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا۔ "یَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُوْحِیْ اِلَیْھِمْ مِنَ السَّمَآءِ"۔ یعنی تیری وہ لوگ مدد کریں گے۔ جن کو ہم آسمان سے وحی کریں گے۔ خدا تعالیٰ کے اس کلام کو بہت سے لوگوں نے سنا اور پورا ہوتے دیکھا۔ اور ان کے نفس خود اس بات پر گواہ ہیں۔ کہ ان پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اکثر الہام۔ کشف۔ یا خواب کی بنار پر ظاہر ہوئی۔ تب وہ خدا کے برگزیدہ مسیح پر ایمان لے آئے۔ اس الہام کی صداقت کے ثبوت کے لئے تمام ایسے احباب کی خدمت میں گذارش ہے۔ کہ جنہوں نے سلسلہ عالیہ احمدیہ یا خلافت حقہ ثانیہ کو کسی الہام یا خواب یا کشف کی بنار پر قبول کیا ہو۔ وہ مہربانی فرما کر اپنا الہام۔ کشف یا خواب جس طرح ان کو ہوا ہو۔ من وعن تحریر فرما کر مجھے ارسال کر دیں۔ تا انہیں ایک کتابی صورت میں جمع کیا جا سکے۔ اور وہ موجودہ اور آئندہ نسلوں کے لئے ازدیادِ ایمان کا باعث ہونے کے علاوہ اسلام اور احمدیت کا بہترین ثبوت ہوں۔ اور یہ بات بھی لوگوں پر واضح ہو۔ کہ اب بھی خدا تعالیٰ اپنے بندوں سے ویسے ہی کلام کرتا ہے۔ اور رہنمائی فرماتا ہے۔ جس طرح وہ پہلے کیا کرتا تھا۔

جو احباب اپنا الہام کشف۔ یا خواب لکھ کر بھیجیں۔ وہ امور ذیل کو ضرور مد نظر رکھیں:

اول۔ الہام۔ کشف۔ یا خواب لکھتے وقت حسب ذیل عبارت پہلے لکھیں:۔

"میں فلاں بن فلاں ...... (یعنی اپنا نام مع ولدیت لکھیں) خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر نیچے اپنا الہام یا کشف یا خواب تحریر کرتا ہوں۔ جو میں نے فلاں موقعہ فلاں تاریخ یا فلاں سنہ میں دیکھا تھا۔ اور جس کی بنار پر مجھ پر سلسلہ عالیہ احمدیہ یا خلافت حقہ ثانیہ کے متعلق انشراح صدر پیدا ہوا"۔

دوم۔ ایک ہی قلم اور ایک ہی سیاہی سے خوشخط تحریر ہونی چاہیئے۔

سوم۔ اگر کسی کے سامنے وہ الہام۔ کشف یا خواب کبھی بیان کیا ہو۔ تو ان کی گواہی بھی ثبت کروائیں۔ نیز اپنی موجودہ تحریر پر بھی دو آدمیوں کی تصدیق کروائیں۔ تا معلوم ہو۔ کہ یہ تحریر واقعی آپ کی اپنی ہے۔ اور اگر اپنا یہ کشف یا خواب یا الہام پہلے کسی اخبار یا رسالے میں شائع کروایا ہو۔ تو اس کا بھی حوالہ دیں۔

چہارم۔ اس بات کی بھی تصریح کریں۔ کہ یہ الہام۔ کشف یا خواب ان کو کس عمر میں ہوا تھا۔ اور اب ان کی عمر کیا ہے۔

پنجم۔ اپنی ولدیت۔ قومیت اور پورا پتہ تحریر کریں۔

جناب ناظر صاحب تالیف تصنیف نے ازراہِ نوازش چھ ماہ تک مجھے اس کام کے کرنے کی اجازت دی ہے۔ میرا ارادہ ہے۔ کہ اگر اس کے متعلق کافی مواد جمع ہو گیا۔ تو انشاء اللہ یہ مجموعہ خلافت جوبلی کے موقعہ پر شائع کر دیا جائے گا۔ پس تمام احمدی احباب سے عموماً اور عہدیداران جماعت سے خصوصاً التماس ہے۔ کہ وہ اس نیک اہم اور مفید کام میں میری مدد کریں۔ اور اپنی اپنی جماعتوں میں متواتر اعلان کر کے ایسے لوگوں سے جنہوں نے سلسلہ عالیہ احمدیہ یا خلافت حقہ ثانیہ کو کسی کشف۔ خواب یا الہام کی بنار پر قبول کیا ہو۔ تحریر لیکر بھجوائیں۔ اور اگر کسی دوست سے کسی غیر مسلم۔ غیر احمدی یا غیر مبائع نے کوئی کشف۔ الہام یا خواب بیان کیا ہو۔ جو سلسلہ عالیہ کی صداقت میں پیش کیا جا سکتا ہو۔ تو مہربانی فرما کر ان سے بھی تحریر لے کر مجھے بھجوا دیں۔ یا ان کے مکمل پتہ سے مجھے اطلاع دیں۔ امید ہے۔ کہ احباب جماعت اس نیک مقصد میں تعاونوا علی البر والتقویٰ کے مطابق میری ہر ممکن مدد فرمائیں گے۔ تا کہ خلافت جوبلی کے مقدس موقعہ پر ایک بے نظیر تحفہ متلاشیانِ حق کی خدمت میں پیش کر سکیں۔

احمدیہ ہوسٹل لاہور

احباب جماعت کی آگاہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ شہر لاہور کے مختلف کالجوں میں تعلیم حاصل کرنے والے احمدی طلبار کی رہائش کے لئے کئی سال سے احمدیہ ہوسٹل قائم ہے۔ اس ہوسٹل کے بورڈر ان بہت حد تک بیرونی بد اثرات سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ سٹڈی پر نگرانی کے علاوہ کوشش کی جاتی ہے۔ کہ طلبار اسلامی عبادات باقاعدگی سے ادا کریں۔ اور جماعتی کاموں میں حصہ لیں۔ اسی طرح درس قرآن مجید کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی ہوتا ہے۔ احمدیت کے ماحول میں تربیت کا خاطر خواہ انتظام ہے۔

ہوسٹل کی فیس وغیرہ عموماً وہی ہے۔ جو کالجوں کے باقی ملحقہ ہوسٹلوں میں لی جاتی ہے۔ بلکہ بعض صورتوں میں کم ہے۔ جنہیں ہوسٹل ضمنی اخراجات کو شامل کر کے ۷/۸/ روپے ماہوار ہے۔ خوراک کا خرچ قریباً دس روپے ماہوار ہے۔ ابتدار میں مبلغ -/-/۲ روپے فیس داخلہ چارج کی جاتی ہے۔ اور مبلغ -/-/۱۰ روپے بطور ضمانت قابل ادا ہوتے ہیں۔ جو ہوسٹل چھوڑنے پر واپس کر دیئے جاتے ہیں۔

احمدیہ ہوسٹل پنجاب یونیورسٹی سے منظور شدہ ہے۔ اور اس کے زیر نگرانی رہتا ہے۔ ہوسٹل کے قواعد وغیرہ کے متعلق مزید تفصیل سپرنٹنڈنٹ احمدیہ ہوسٹل ۱۴ ایمپریس روڈ لاہور سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ (ناظر تعلیم و تربیت قادیان)

تشخیص بجٹ برانچ کی ڈاک کی تعمیل میں توقف

صیغہ بیت المال کی تشخیص بجٹ برانچ آجکل گذشتہ سال کے ریکارڈ کی تکمیل اور آئندہ سال کے ریکارڈ اور بجٹ کی تیاری کے کام میں مصروف ہے۔ بجٹ کے متعلق جو چٹھیاں جماعتہائے مقامی کی طرف سے ۳۰ اپریل سنہ ۳۹ء تک موصول ہوئی تھیں۔ ان کی تعمیل کر کے جماعتہائے متعلقہ کو جواب دیا جا چکا ہے۔ ۳۰ اپریل سنہ ۳۹ء سے بعد کی مرسلہ چٹھیوں پر ابھی تک دوسرے ضروری کاموں میں مصروفیت کی وجہ سے کارروائی نہیں ہوئی۔ اس وجہ سے وہ معرض التوا میں پڑی ہیں۔ ریکارڈ مکمل ہونے پر انشاء اللہ جلدی ان پر مناسب کارروائی کر کے جماعتوں کو اطلاع دی جائے گی۔ یہ نوٹ اسلئے شائع کیا جاتا ہے۔ تا کہ جماعتوں کو ان کی ڈاک کی تعمیل میں توقف کی وجہ سے شکایت پیدا نہ ہو

(ناظر بیت[illegible]یان)

احباب کا شکریہ اور توسیع اشاعت فاروق کی ماہواری رپورٹ

۲۸ اپریل کے فاروق میں صفحہ ۹ پر گذشتہ رپورٹ توسیع اشاعت فاروق کی شائع ہو چکی ہے۔ اس کے بعد آج ۲۷ مئی تک ۲۳ مزید خریدار ہو گئے۔ جن میں ۱۹ احباب ذیل کی تحریک سے اور ۴ خود خریدار بنے۔ سابقہ ۹۸۴ ملا کر کل ۱۰۰۷ تھے۔ مگر ان میں سے ۱۸ خریداروں نے چندہ نہیں ادا کیا۔ وی۔ پی واپس کئے۔ ان کے نام سے پرچہ بند کر دیا۔ باقی ۹۸۹ خریدار خدا کے فضل سے اس وقت ہیں۔ میں ان احباب کا جنہوں نے خریدار عطا فرمائے ہیں۔ شکریہ ادا کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ ان کو اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ دیگر دوست بھی اگر توجہ کریں۔ تو بہت جلد فاروق کی خریداری حسب منشار حضرت صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ ہزاروں تک ہو سکتی ہے۔

محترم عابد شریف صاحب ۸ - ایم کریم خاں صاحب مزید ۱ - مولوی سراج الحق صاحب مزید ۱ - شیخ رحیم بخش صاحب سوداگر چرم ۱ - شیخ عظیم الدین صاحب سندھ - ۱ - چودھری نذیر احمد صاحب انسپکٹر ٹیکس - ۱ - محمد شریف صاحب اوکاڑہ - ۱ - غلام احمد صاحب پوسٹل کلرک - ۱ سید بشیر احمد صاحب سندھ - ۱ مولوی محمد حسین صاحب جھنگ - ۱ مرزا عبد الحفیظ صاحب پشاور - ۱ - جزاہم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ۔ آمین

میرے کرم فرما اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے شیدا اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے باوفا مخلص احباب ایک ہفتہ کے اندر ان ۱۸ خریداروں کی بجائے جن کا پرچہ بند کر دیا ہے۔ نئے ۲۰ خریدار دے کر ثواب اور شکریہ کے مستحق ہوں

(مینیجر فاروق)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاروق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۴ | قادیان دارالامان مورخہ ۸ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۸ مئی ۱۹۳۹ء | نمبر ۲۰

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۲ مئی ۱۹۳۹ء

نماز کو اُن تمام پابندیوں کیساتھ ادا کرو۔ جو خدا اور اس کے رسول نے مقرر فرمائی ہیں

فرمودہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

نیکیوں میں ترقی اور تنزل

بتدریج ہوا کرتا ہے۔ جب کوئی شخص نیکی کے میدان میں ترقی کرتا ہے۔ تو آہستہ آہستہ کرتا ہے۔ اور جب تنزل کرنے لگتا ہے۔ تو اس وقت بھی آہستہ آہستہ کرتا ہے۔ نہ یکدم ترقی کرتا ہے۔ نہ یکدم تنزل میں گر جاتا ہے چھوٹا چھوٹا فرق ہوتا ہے۔ جو بتدریج بڑھتے بڑھتے بہت زیادہ ہو جاتا ہے۔ انسان بعض دفعہ بظاہر چھوٹی چھوٹی باتوں پر عمل کر رہا ہوتا ہے۔ اور اسے معلوم بھی نہیں ہوتا۔ کہ وہ ترقی کر رہا ہے۔ مگر ایک دن کیا دیکھتا ہے۔ کہ وہ ترقی کے میدان میں بہت آگے نکل چکا ہے۔ اسی طرح وہ بعض دفعہ بظاہر معمولی باتوں کو نظر انداز کر رہا ہوتا ہے۔ کہ یکدم اسے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ بہت نیچے گر گیا ہے۔

ہمارے ملک میں ایک لطیفہ

مشہور ہے۔ کہتے ہیں۔ کوئی شخص تھا۔ اس کو یہ خیال ہو گیا۔ کہ وہ بہت بڑا پہلوان ہے آہستہ آہستہ یہ خیال اس پر غالب آگیا۔ اور وہ سمجھنے لگ گیا۔ کہ میں دنیا کا سب سے بڑا بہادر اور طاقتور انسان ہوں۔ اور کوئی شخص بہادری اور جرأت میں میرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس پر اسے خیال آیا۔ کہ اپنی بہادری کا کوئی نشان بھی قائم کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اس نے خود بھی سوچا۔ اور اپنے دوستوں سے بھی مشورہ لیا۔ کہ وہ کونسی چیز ہے۔ جس کے ذریعہ بہادری کا نشان قائم کیا جا سکتا ہے آخر اس کو معلوم ہوا۔ کہ جانوروں میں سے شیر ایک ایسا جانور ہے۔ جس کو لوگ بہادری کی مثال میں بیان کیا کرتے ہیں۔ پس اس نے فیصلہ کیا۔ کہ مجھے شیر کی شکل اپنے جسم پر گدوانی چاہیئے۔ یہ فیصلہ کر کے وہ کسی گودنے والے کے پاس گیا۔ اور اسے

شیر کی شکل

گودنے کو کہا۔ گودنے والے نے جب رنگ بھرنے کے لئے سوئی ماری۔ تو اسے درد محسوس ہوا۔ اور پوچھنے لگا۔ میاں کیا کرنے لگے ہو۔ اس نے کہا۔ شیر گودنے لگا ہوں۔ اس پر اس نے دریافت کیا۔ کہ شیر کا کونسا حصہ۔ نائی نے کہا۔ شیر کا دایاں کان گودنے لگا ہوں اس نے پوچھا۔ کہ اچھا۔ یہ بتاؤ۔ اگر شیر کا دایاں کان نہ ہو۔ تو شیر رہتا ہے یا نہیں۔ نائی نے کہا۔ رہتا تو شیر ہی ہے۔ اس پر اس نے کہا۔ اچھا پھر دایاں کان چھوڑ دو۔ اور آگے چلو۔ جب نائی نے بایاں کان گودنے کے لئے سوئی ماری۔ تو پھر اس کو درد محسوس ہوا۔ اور اس نے پھر پوچھا۔ میاں اب کیا گودنے لگے ہو۔ اس نے کہا۔ اب بایاں کان گودنے لگا ہوں۔ وہ کہنے لگا۔ اچھا یہ بتاؤ۔ اگر شیر کا بایاں کان نہ ہو۔ تو شیر رہتا ہے یا نہیں۔ نائی نے جواب دیا۔ کہ رہتا تو شیر ہی ہے۔ اس پر اس نے کہا۔ اچھا اس کو بھی چھوڑو اور آگے چلو۔ اس کے بعد جب نائی نے دُم بنانے کے لئے سُوئی ماری۔ تو پھر وہ کہنے لگا۔ اب کیا بنانے لگے ہو۔ گودنے والے نے کہا۔ دُم۔ کہنے لگا اچھا یہ بتاؤ۔ کہ اگر کسی شیر کی دم نہ ہو۔ تو وہ شیر رہتا ہے یا نہیں۔ نائی نے کہا۔ رہتا تو شیر ہی ہے۔ کہنے لگا اچھا پھر اسکو بھی چھوڑ دو۔ اور آگے چلو۔ اس طرح اس نے چار پانچ مرتبہ جو کیا۔ تو نائی سوئی رکھ کر بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا۔ ایک دو چیزوں کے نہ ہونے سے تو شیر رہ سکتا ہے۔ لیکن سب چیزوں کے نہ ہونے سے تو شیر کا کچھ بھی نہیں رہتا۔

بظاہر یہ ایک مضحکہ خیز مثال معلوم ہوتی ہے۔ لیکن در حقیقت یہ نہایت

سبق آموز حکایت

ہے۔ اور یہ نصیحت اپنے اندر پنہاں رکھتی ہے۔ کہ تھوڑا تھوڑا چھوڑنے سے سب کچھ چھوٹ جاتا ہے۔ اور کچھ بھی ہاتھ میں نہیں رہتا۔

اسلام کے نہایت ہی اہم اور مہتم بالشان اصول میں سے ایک اصل

نماز باجماعت ادا کرنا

ہے۔ اور یہ ایک بہت بڑا حکم ہے۔ ایک پہاڑ ہے نیکی کا۔ جس طرح پہاڑ کی بلند چوٹیوں کے آنے سے قبل کئی چھوٹی چھوٹی چوٹیاں آتی ہیں۔ پہلے چھوٹے چھوٹے ٹیلے آتے ہیں۔ پھر ان سے اونچے ٹیلے۔ پھر ان سے اونچے۔ پھر جھاڑیوں والے ٹیلے آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ پھر پہاڑ آنے شروع ہوتے ہیں۔ اس کے بعد چیل و دیار کے بلند و بالا درختوں والی اونچی پہاڑیاں آتی ہیں۔ اور آخر میں برف سے ڈھکی ہوئی نہایت اونچی پہاڑیوں پر یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ ان بلند چوٹیوں کے بعد پہاڑ پھر نیچا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سب سے اونچے پہاڑ کے بعد اس سے چھوٹا اور اس کے بعد اس سے چھوٹا پہاڑ آتا ہے۔ پھر ٹیلے آتے ہیں۔ پھر ناہموار زمین آتی ہے۔ اور اس کے بعد ہموار زمین آنی شروع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح نماز کا بھی حال ہے۔ یہ بھی ایک پہاڑ ہے جو انسان کو

نیکی کی بلند ترین چوٹی

تک پہنچاتا ہے۔ اب یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ اس پہاڑ کی چوٹی پر انسان بغیر ابتدائی مراحل طے کئے پہنچ جائے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے اس کے متعلق بعض احکام دیئے۔ مثلاً سب سے پہلے

اذان دیئے جانے کا حکم

ہے۔ اس کے بعد وضو کیا جاتا ہے۔ اور پھر سنتیں پڑھی جاتی ہیں۔ اس کے بعد فرض آتے ہیں۔ جو پہاڑ کی چوٹی کے مقابل پر ہیں۔ فرضوں کے بعد پھر سنتیں ادا کی جاتی ہیں۔ اور تب انسان کو نماز سے فراغت حاصل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ذکر الٰہی بھی ہے۔ جو نماز سے پہلے اور نماز کے بعد کیا جاتا ہے۔ اور جو بہت ہی ضروری چیز ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ ذکر الٰہی انسان کے لئے بہت بڑی برکات کا موجب ہوتا ہے۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ جو شخص نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے۔ وہ ایسا ہی ہے۔ گویا جہاد میں مشغول ہے۔ لیکن آج کل کے احمق نام نہاد تعلیم یافتہ نوجوانوں کے نزدیک

مسجد میں نماز کے انتظار کے لئے بیٹھنا

اپنے وقت کو ضائع کرنا ہے۔ حالانکہ وہ اتنا نہیں سمجھتے۔ کہ اگر انسان کی پیدائش کی غرض حصول دنیا ہی تھی۔ تو نماز کے لئے وقت خرچ کرنا بھی تو وقت ضائع کرنا ہے۔ وقت ضائع کرنے والی چیز خواہ کم ہو یا زیادہ۔ ایک ہی بات ہے۔ اب یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ جو شخص مثلاً ۲۵ منٹ نماز کے انتظار میں بیٹھے۔ وہ تو وقت ضائع کرنے والا ہو۔ لیکن دوسرا شخص جو دس منٹ نماز میں خرچ کرے۔ وہ وقت ضائع کرنے والا نہ ہو۔ کوئی عقلمند اور سمجھدار آدمی اس کیلے کو نہیں کھائے گا۔ جو سڑا ہوا اور گندا ہو۔ بلکہ وہ اسے پھینک دیگا۔ یہ نہیں ہوگا۔ کہ وہ کچھ حصہ کھائے۔ اور باقی کے متعلق کہہ دے۔ کہ میں یہ نہیں کھاتا۔ یا ایک خربوزہ جس میں کیڑے پڑے ہوئے ہوں۔ اور جس میں سے بدبو آرہی ہو۔ اس کے متعلق وہ یہ کبھی نہیں کرے گا۔ کہ اس کی پانچ چھ کیڑوں والی پھانکیں تو کھالے۔ اور باقی پھینک دے۔ اور کہے۔ کہ میں گندا خربوزہ نہیں کھا سکتا۔ وہ یقیناً چھوٹے سے چھوٹا ٹکڑا بھی ایسے خربوزے کا کھانے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔ کجا یہ کہ وہ زیادہ حصہ کھالے۔ اور تھوڑا چھوڑ دے۔ پس یہ احمقانہ خیال ہے۔ کہ نماز کے انتظار میں بیٹھنا اپنے وقت کو ضائع کرنا ہے۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ یہ نقص بعض احمدیوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ وہ نماز تو پڑھتے ہیں۔ لیکن

ذکر الٰہی کی اہمیت

کو نہیں سمجھتے۔ اور نماز پڑھنے کے لئے وہ ایسی ہی مسجد کی تلاش کرتے ہیں۔ جس میں نماز جلدی پڑھائی جاتی ہو۔ اور پھر امام ایسا ڈھونڈتے ہیں۔ جو دو تین ٹھونگیں مار کر نماز پڑھا دے۔ اور مقتدیوں کو جلد فارغ کر دے۔ اور ان کو زیادہ وقت نماز کے لئے صرف نہ کرنا پڑے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ

نماز اپنے اپنے محلہ کی مسجد میں

ادا کرو۔ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا۔ اس وقت یہ بے حکمت سا نظر آتا تھا۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کی فراست غیر معمولی طور پر تیز ہوتی ہے۔ اور وہ انسانی نفس کی تمام کمزوریوں کو مدنظر رکھتے ہوئے احکام دیتے ہیں۔ چنانچہ موجودہ زمانہ کے نقائص کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس حکم میں ایک بہت بڑی حکمت ہے۔ اور وہ یہ کہ جب تم اپنے محلہ کی مسجد چھوڑ کر دوسری جگہ جاتے ہو۔ تو در اصل آرام طلبی کے لئے جاتے ہو۔ کیونکہ تمہیں خیال ہوتا ہے۔ کہ وہاں نماز جلدی ہو جائے گی۔ تم جانتے ہو۔ کہ وہاں امام کس قسم کی نماز پڑھاتا ہے۔ اور تم اپنے محلہ میں نماز اسلئے نہیں پڑھتے۔ کہ تم جانتے ہو۔ وہاں تم کو انتظار کرنا پڑے گا۔ اور نماز بھی ادا گرنی ہوگی۔

پس یہ ایک نہایت ہی پر حکمت حکم ہے۔ جس کی حکمت اب نمایاں طور پر محسوس ہوتی ہے۔ پھر بعض لوگ ایسی مسجد میں جاکر نماز پڑھتے ہیں۔ جہاں بچوں کو نماز پڑھائی جاتی ہے۔ چونکہ اس جگہ نماز گھنٹی بجنے کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور بچوں کے لئے جلدی پڑھا دی جاتی ہے۔ اس لئے وہ بھی اسی مسجد میں جاکر نماز پڑھتے ہیں۔ لیکن محلہ کی مسجد میں چونکہ انہیں انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اسی لئے وہ محلہ کی مساجد میں نماز نہیں پڑھتے۔ حالانکہ

امام کا انتظار اور ذکر الٰہی میں مشغول رہنا

یہ بہت بڑی نیکیاں ہیں۔ اور یہی نیکیاں انسان کو نیکیوں کے پہاڑ کی چوٹی تک پہنچاتی ہیں۔ اگر اس پہاڑ تک پہنچنے کے لئے ابتدائی نیکیوں کی ضرورت نہ ہوتی۔ جو ٹیلوں وغیرہ سے مشابہت رکھتی ہیں۔ تو نماز کے لئے اذان کیوں دی جاتی۔ پھر امام کے انتظار کا کیوں حکم دیا جاتا۔ جس میں ذکر الٰہی کیا جاتا ہے۔ اور پھر سنتیں پڑھنے کا حکم کیوں دیا جاتا۔ اسی طرح نماز باجماعت کا حکم کس لئے دیا جاتا۔ یہ سب احکام اسی لئے ہیں۔ کہ انسان ان پر عمل کرتے ہوئے آہستہ آہستہ نیکی کے بلند پہاڑ پر چڑھے۔ مگر جو شخص بغیر ان بلندیوں کو عبور کرنے کے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھنا چاہتا ہے۔ وہ احمق اور نادان ہے۔ وہ نہیں جانتا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے روحانی ترقی کے لئے کونسے اصول اور ذرائع مقرر کئے ہوئے ہیں حقیقت یہ ہے۔ کہ دین کی تکمیل کے لئے۔ ان تمام ذرائع کا استعمال کرنا ضروری ہوتا ہے۔ جو اس کو حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے مقرر کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور ان کے حاصل کئے بغیر دین کی تکمیل قطعاً نہیں ہو سکتی۔ یہی

مغربی تہذیب سے متاثر نوجوان

جو ہر بات میں وجہ اور حکمت تلاش کرنے کے عادی ہیں۔ ان کو دیکھا گیا ہے۔ کہ اگر کسی جگہ ڈنر پر جانا ہوتا ہے۔ تو کالے کوٹ کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ کبھی کسی سے پوچھتے ہیں۔ کبھی کسی سے۔ اور اگر کالا کوٹ نہ ملے۔ تو وہ اسے اپنے لئے سخت ذلت کا باعث سمجھتے ہیں۔ اب بھلا ان سے کوئی پوچھے۔ کہ کالے کوٹ کا ڈنر کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ کیا کالے کوٹ کے ساتھ روٹی کاٹنی ہوتی ہے۔ یا پھل کاٹنے ہوتے ہیں۔ یا ہڈی چبانے کا کام لینا ہوتا ہے۔ لیکن باوجود اس بات کے کہ کالے کوٹ کے ساتھ ڈنر کا کوئی تعلق نہیں۔ وہ کالا کوٹ پہننا ضروری سمجھتے ہیں۔ مگر

اسلام کے حکموں پر اعتراض

کرتے ہیں۔ کہ فلاں حکم کیوں ہے۔ فلاں کیوں ہے وضو کرنے کی حکمت ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ نماز سے پہلے ذکر الٰہی کرنے کی حکمت ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ اور وہ گھبرا جاتے ہیں۔ لیکن ڈنر کے لئے کالا کوٹ یا سوٹ کے ساتھ ٹائی پہننے یا بوٹ کے ساتھ جراب پہننے کی حکمت سمجھنے کی انہیں کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ وہ خیال رکھتے ہیں۔ کہ پتلون میں کوئی کریز (crease) نہ پڑے۔ اور وہ بغیر اسکی حکمت سمجھنے کے اس کو ضروری سمجھتے ہیں۔ غرض شیطان کی پیدا کی ہوئی تمام پابندیوں کو اختیار کرتے۔ اور اسکی پیدا کردہ یک جہتی کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ مگر خدا کی مقرر کردہ پابندیوں کی مخالفت کرتے ہیں۔ اور اسکی یک جہتی کی تدبیر کو لغو قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ ایسے ہیں۔ جو اپنی

دوکانوں میں بیٹھے رہتے ہیں

کہ کب تکبیر ہو۔ تو نماز میں جا شامل ہوں۔ ایسی ہی ایک دوکان فخر دین ملتانی کی تھی۔ جو اس قسم کے لوگوں کا اڈا تھا۔ اسجگہ بڑے بڑے لوگ جو معزز سمجھے جاتے ہیں۔ بیٹھے رہتے تھے۔ اور اس انتظار میں رہتے تھے۔ کہ کب تکبیر ہو۔ اور مسجد میں جائیں۔ اب گو اس دوکان کے نہ ہونے کی وجہ سے اس میں ایک حد تک کمی آگئی ہے۔ مگر پھر بھی بعض لوگ ابھی تک ایسا کرتے ہیں۔ اور تکبیر پر ہی مسجد میں پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ

ہمارے خاندان کے بعض افراد

میں بھی یہ سستی آگئی ہے۔ اور ہمارے گھر کے بعض بچے بھی اس مرض میں مبتلا ہیں۔ میں نے ان کے متعلق دیکھا ہے۔ کہ جب میں مسجد میں آتا ہوں۔ تو وہ شاذ ہی مجھے یہاں نظر آتے ہیں۔ بلکہ گھر میں سنتیں پڑھ کر انتظار کرتے رہتے ہیں۔ جب وہ دیکھتے ہیں۔ کہ میں گھر میں سے ہو کر مسجد میں چلا گیا ہوں۔ تو اس وقت وہ دوڑتے ہوئے نماز میں آشامل ہوتے ہیں۔ آج تو ان کو بے شک یہ سہولت میسر ہے۔ مگر وہ یہ نہیں سمجھتے۔ کہ میں ہمیشہ رہنے والی ہستی نہیں۔ ہمیشہ رہنے والی ہستی تو حي وقيوم خدا ہی کی ہے۔ میرے بعد جو خلیفہ ہوگا۔ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ وہ کس گھر کا فرد ہوگا۔ اس وقت انہیں کیونکر علم ہوگا۔ کہ امام مسجد میں نماز کے لئے آگیا ہے۔ اس وقت ان کو جو تیس تیس سال سے عادت پڑی ہوئی ہوگی۔ وہ کیسے دور ہوگی۔ اور وہ کیسے باجماعت نماز ادا کریں گے۔ اگر اس وقت انہوں نے اپنی حالت کی اصلاح نہ کی۔ تو پہلے ان کی جماعت کی پہلی رکعت جاتی رہے گی۔ پھر دوسری رکعت جاتی رہے گی۔ پھر تیسری رکعت جاتی رہے گی۔ اور آہستہ آہستہ وہ باجماعت نماز ادا کرنے سے ہی محروم ہو جائیں گے۔ اور خیال کر لیں گے۔ کہ چلو گھر پر ہی نماز پڑھ لیں۔ اور بعد میں ممکن ہے۔ وہ گھر میں بھی نماز پڑھنا چھوڑ دیں۔ میں ان کو اس حدیث کے مطابق کہ کسی کا نقص لوگوں کے سامنے بیان نہیں کرنا چاہیئے۔ اشاروں میں توجہ دلا چکا ہوں۔ لیکن جب ان پر میرے اشاروں کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ تو میں نے ضروری سمجھا۔ کہ اب زیادہ وضاحت سے کام لے کر ان کو توجہ دلاؤں۔ تاکہ وہ اپنی اس غفلت کی عادت کو ترک کر دیں۔ جو لوگ

گھروں میں نماز پڑھنے کے عادی

ہوتے ہیں۔ وہ آہستہ آہستہ نماز پڑھنا بالکل چھوڑ دیتے ہیں۔ چنانچہ میں نے آج تک کبھی نہیں دیکھا۔ کہ گھر پر نماز پڑھنے والا کوئی شخص ہمیشہ نماز کا پابند رہا ہو۔ وہ بالآخر نماز کا تارک ہی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اسکی نماز رسمی ہوتی ہے۔ محبت اور ایمانی روح اس میں نہیں ہوتی۔ وہ پہلے تو گھر میں نماز پڑھتا رہتا ہے۔ مگر جس دن کسی "عقلمند" اور "سمجھدار" آدمی سے اسکی ملاقات ہو۔ (میں نے عقلمند کا لفظ اسلئے استعمال کیا ہے۔ کہ ایسے لوگوں کے نزدیک عقلمند وہی ہوتا ہے۔ جو نماز کو بے فائدہ سمجھے۔ اور اسلام کی عائد کردہ پابندیوں کو برا قرار دے) اور وہ کہے۔ کہ میاں اس نماز کا تم کو کیا فائدہ۔ تو اسی روز سے وہ نماز پڑھنا چھوڑ دے گا۔ اور کہے گا۔ کہ واقعہ میں اس نماز کا کوئی فائدہ نہیں۔ حالانکہ وہ نہیں جانتا۔ کہ وہ نماز جس کا اسے کوئی فائدہ نظر نہیں آیا۔ وہ اسکی اپنی بنائی ہوئی نماز تھی۔ خدا کی نماز تو وہ پڑھتا ہی نہیں تھا۔ اگر وہ خدا کی نماز پڑھتا۔ اور ان شرائط کے ساتھ ادا کرتا۔ جو اس کے لئے مقرر ہیں۔ تو اس کا اسے فائدہ بھی پہنچتا۔ اس کے بغیر اسکی نماز محض ایک رسم تھی۔ جس میں ایمان نہیں تھا۔ اور نہ وہ روح اس کے اندر تھی۔ جس روح کا نماز کے اندر پایا جانا ضروری ہے۔ نماز اپنی ان قیود اور پابندیوں کے ساتھ جو اللہ اور اسکے رسول نے مقرر کی ہیں۔ ایک

حسین ترین چیز

ہے۔ لیکن اگر کسی حسین کی ناک کاٹ دی جائے۔ آنکھ پھوڑ دی جائے۔ گالوں پر نشان لگا دیئے جائیں۔ اور کان کاٹ لئے جائیں۔ تو کون شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ وہی حسین ہے۔ یہی حال نماز کا ہے۔ نماز اپنی تمام قیود اور پابندیوں کے ساتھ ایک انتہا درجہ کی خوبصورت چیز ہے۔ مگر جب ہم اپنی غفلت اور نادانی کی وجہ سے اس کو چھانٹتے چلے جائیں۔ تو وہ بیفائدہ اور لغو چیز بن جاتی ہے۔ اور ایسی نماز کبھی بابرکت نہیں ہو سکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ لوگ نماز اس طرح پڑھتے ہیں۔ جس طرح مرغ ٹھونگیں مار کر دانے چگتا ہے۔ ایسی نماز یقیناً کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ بلکہ بعض دفعہ

ایسی نماز لعنت کا موجب بن جاتی ہے

جیسے قرآن کریم میں ہی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ویل للمصلین۔ کہ نماز عذاب ہے۔ نماز لعنت ہے۔ نماز گرفت ہے مگر کن کے لئے الذین هم عن صلوٰتهم ساهون۔ ان کے لئے جن کی نماز قشر رہ جاتی ہے۔ جن کے اندر مغز نہیں ہوتا۔ جو اس کو کاٹ کر اور اسکی شکل کو بگاڑ کر ادا کرتے ہیں۔ انسان تبھی اس لعنت سے بچ سکتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جب وہ نماز کو اسکی قیود اور پابندیوں کے ساتھ ادا کرے۔ اور پھر اس سے فائدہ اٹھائے۔ لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرتا۔ تو بجائے ثواب کے ایک لعنت مول لیتا ہے۔ اور اگر وہ ضد کی وجہ سے کہتا ہے۔ کہ ہاں فائدہ ہے۔ اور درحقیقت اسے فائدہ کوئی نہیں ہوتا۔ تو اس وقت وہ جھوٹا بھی ہوتا ہے۔ اور لعنتی بھی۔ کیونکہ وہ خدا اور رسول اور اپنے مذہب کو عملی طور پر جھوٹا کہتا ہے۔ ہاں اگر وہ نماز کو ان قیود اور پابندیوں کے ساتھ ادا کرتا ہے۔ جو خدا اور رسول نے مقرر کی ہیں تو اس کو اس کا ضرور فائدہ ہوتا ہے۔ اور اس کے دل پر خدا تعالےٰ کی محبت [illegible] کر لیتی ہے۔ بلکہ نماز سے بھی پہلے جب وہ ذکر الٰہی کرتا اور نماز کے لئے انتظار کرتا اور سنتیں وغیرہ پڑھتا ہے۔ تو اس وقت اسکی مثال ایسی ہی ہوتی ہے۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ

دست در کار دل با یار

دیکھو نماز کی مثال ایسی ہی ہے۔ جیسے کوئی شخص کسی کی دعوت کرے۔ اور کہے۔ کہ کھانا اکٹھا نہیں کھایا جائے گا۔ ہر شخص اپنا برتن بھجوا دے۔ اس میں کھانا ڈلوا دیا جائے گا۔ اب جو شخص برتن لے کر جائیگا۔ اسے کھانا مل جائے گا۔ مگر جو برتن لے کر نہیں جائے گا۔ وہ محروم رہے گا۔ اسی طرح نماز کیا ہے۔ نماز ایک

روحانی کھانے کی تقسیم کا وقت

ہے۔ جو شخص اس وقت برتن لے کر جائیگا۔ وہ اس میں کھانا ڈلوا لائے گا۔ مگر جو خالی ہاتھ جائے گا۔ اس کو وہاں سے خالی ہاتھ لوٹنا پڑے گا۔ کیونکہ وہ برتن لے کر ہی نہیں گیا۔ گو جانے میں وہ برتن لے جانے والوں کے برابر ہی رہا۔ لیکن ان کو تو کھانا مل جائے گا۔ جن کے پاس برتن ہوں گے۔ مگر اس کو کچھ نہیں ملے گا۔ کیونکہ اس کے پاس برتن نہیں تھا۔ یا پھر فرض کرو۔ یہ برتن تو لے جاتا ہے مگر پاخانہ سے بھرا ہوا ہے۔ جیسے پاخانہ کا پاٹ اٹھا کر کوئی لے جائے۔ تو اس میں جو کھانا بھی لے جائیگا۔ وہ کھانے کے قابل نہیں ہوگا۔ بلکہ پھینک دینے کے قابل ہوگا۔ ایک لطیفہ مشہور ہے۔ کہتے ہیں۔ کوئی لڑکا اپنے ملا استاد کے لئے گھر سے کھیر لے کر گیا۔ چونکہ اس کے گھر سے کھیر چھوڑ پہلے کبھی باسی روٹی بھی نہیں آئی تھی۔ اسلئے استاد بہت ہی حیران ہوا۔ اور اس نے لڑکے سے دریافت کیا۔ کہ بیٹا آج تیری ماں کو کھیر بھیجنے

کا خیال کیسے آگیا۔ اس نے جواب دیا۔ کہ ملاجی بات دراصل یہ ہے۔ کہ اماں نے کھیر پکائی تھی۔ اس میں کتا منہ ڈال گیا۔ اس پر ماں مجھے کہنے لگی۔ کہ جا ملاجی کو دے آ۔ اس کو یہ سُنکر

سخت غصہ

آیا۔ اور اس نے برتن زمین پر دے مارا۔ جو گرتے ہی ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ اور کہنے لگا۔ کمبخت کیا کتے کا جھوٹا میرے لئے ہی رکھا تھا۔ لڑکے نے جب دیکھا۔ کہ برتن ٹوٹ گیا ہے۔ تو وہ رونے لگ گیا۔ اس پر ملا نے کہا۔ کہ تُو روتا کیوں ہے۔ برتن میں کتا منہ ڈال گیا تھا۔ اور وہ کھانے کے لئے استعمال کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ لڑکا کہنے لگا۔ مجھے ڈر ہے۔ کہ گھر جاؤں گا۔ تو اماں خفا ہوگی۔ کیونکہ یہ برتن جس میں مَیں کھیر ڈال کر لایا تھا۔ اس میں میری ماں چھوٹے بھائی کو پیشاب کرایا کرتی تھی۔ اب چونکہ یہ برتن ٹوٹ گیا ہے۔ اس لئے وہ ناراض ہوگی۔ یہی حال بغیر قیود اور شرائط کے نماز ادا کرنے کا ہے۔

حقیقی نماز

تو بندے اور خدا میں تعلق قائم کرتی ہے۔ مگر شرط یہ ہے۔ کہ نماز کو ان تمام آداب کے ساتھ ادا کیا جائے۔ جو خدا اور اس کے رسول نے اسکی ادائیگی کے لئے مقرر کئے ہوئے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان شرائط کو پوری طرح ملحوظ نہیں رکھتا۔ تو وہ ایسا ہی ہے۔ جیسے کوئی شخص کھانا لینے کے لئے گندا برتن لے جائے۔ اور اگر وہ کسی امر کی بھی نگہداشت نہیں رکھتا۔ جیسے بعض لوگ نہ ذکر الٰہی کرتے ہیں۔ نہ سنتیں پڑھتے ہیں۔ اور

نماز کے لئے انتظار

کرنے کو تضیع اوقات سمجھتے ہیں۔ ان کی مثال بالکل اس شخص کی سی ہے۔ جو کھانا لینے کے لئے تو جائے۔ مگر برتن اس کے پاس نہ ہو۔ دونوں صورتوں میں دعوت کا فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ کیونکہ جو نماز بھی ان قیود کے بغیر پڑھی جائے گی۔ وہ گندے برتن میں چیز ڈلوانے کے مترادف ہوگی۔ اور اس قسم کی نماز پڑھنے والے کو نماز کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ نماز کے وقت

محبت الٰہی کی غذا

تقسیم ہو رہی ہوتی ہے۔ اور اس کو وہی شخص حاصل کر سکتا ہے۔ جو نہ صرف برتن لے کر جائے۔ بلکہ پاک اور صاف برتن لے کر اس کے حضور حاضر ہو۔

پس میں دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں خصوصاً اپنے خاندان کے بعض بچوں کو شائد ان میں سے بعض کو یہ بُرا لگے۔ اور طبعاً بُرا محسوس بھی ہوتا ہے۔ اسی لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جب کسی کو کوئی نصیحت کرنی ہو۔ تو علیحدگی میں کرو۔ مگر چونکہ مَیں ان لوگوں کو الگ بھی سمجھا چکا ہوں۔ اور میں دیکھتا ہوں۔ کہ میرے اس سمجھانے کا کوئی خاطر خواہ اثر اُن پر نہیں ہؤا۔ اس لئے مَیں نے چاہا۔ کہ اب ان کا نام لے کر اس بات کو بیان کر دوں)

یہ بات یاد رکھو۔ کہ

موجودہ تہذیب اور تعلیم

ان چیزوں کو حقیر کر کے دکھاتی ہے۔ مگر جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ وہ اپنی چیزوں کو حقیر کر کے نہیں دکھاتی۔ چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں۔ مگر ان کے خلاف چلتے ہوئے ان کی جان نکلتی ہے۔ جیسے میں نے بتایا ہے۔ کہ ڈنر کے موقعہ پر ہر شخص کے لئے کالا کوٹ پہن کر جانا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اور وہ اس بات کو بڑی مصیبت اور ہتک سمجھتے ہیں۔ کہ ان کی مجلس میں کوئی ایسا شخص شریک ہو جائے۔ جس نے کالا کوٹ پہنا ہؤا نہ ہو۔ ایک دعوت مجھے بھی اس وقت یاد آگئی۔ وہ بھی ڈنر تھا۔ جس میں شمولیت کے لئے مجھے بلایا گیا۔ مَیں نے کہلا بھیجا۔ کہ میں ڈنر کے موقعہ پر کالا کوٹ نہیں پہن سکتا۔ اب وہ ایک طرف دعوت میں مجھے شریک بھی کرنا چاہتے تھے۔ اور دوسری طرف ان کے لئے یہ بھی بڑی بھاری مصیبت تھی۔ کہ میں ایسی حالت میں شامل ہوں۔ جبکہ مَیں نے کالا کوٹ پہنا ہؤا نہ ہو۔ اور اس طرح ان کی ذلت و رسوائی ہو۔ تنگ آکر انہوں نے یہ فیصلہ کر دیا۔ کہ کوئی شخص کالا کوٹ پہن کر نہ آئے۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے۔ کہ یہ بڑی ذلت کی بات ہوگی۔ کہ اور لوگوں کے تو کالے کوٹ ہوں گے۔ اور ان کا کالا کوٹ نہیں ہوگا۔ تو انہوں نے سرے سے یہ قید ہی اڑا دی۔ محض اسلئے کہ یہ محسوس نہ ہو۔ کہ قانون ٹوٹ گیا ہے۔ اور انہوں نے کسی شرط کی خلاف ورزی کی ہے۔

پھر یورپین لوگوں نے خود اپنے اوپر

کئی قسم کی قیود

عائد کر رکھی ہیں۔ چنانچہ امریکہ کے ایک رسالہ میں مَیں نے ایک دفعہ ایک مضمون پڑھا۔ وہاں مرد عورت ناچتے ہیں۔ اور اس میں کوئی شرم اور حیا محسوس نہیں کی جاتی۔ غیر عورت کا

غیر مرد کے ساتھ ناچ یورپ میں بالکل جائز ہے۔ مگر انہوں نے یہ شرط رکھی ہوئی ہے۔ کہ اس ناچ میں تین انگل کا مرد اور عورت کے درمیان فرق رہنا چاہیئے۔ اب مرد اور عورت ناچتے چلے جائیں گے۔ اور اسے بالکل جائز اور درست سمجھیں گے۔ لیکن ساتھ ہی یہ ضروری ہوگا۔ کہ ان میں

تین انگل کا فرق

رہے۔ اگر تین انگل سے کم فرق ہو جائے۔ تو وہ کہتے ہیں۔ کہ یہ درست نہیں۔ اس مضمون میں یوروپین لوگوں کے اس طریق عمل پر مضمون نویس نے جو ہمارے نقطہ نگاہ میں تو سمجھدار تھا۔ مگر اپنی قوم کے نزدیک بے وقوف اور احمق تھا۔ بڑی ہنسی اڑائی۔ اور لکھا۔ کہ یہ تین انگل کا کونسا فرق ہے۔ جس پر زور دیا جاتا ہے۔ اور وجہ کیا ہے۔ کہ تین انگلی کا فرق ہو۔ تو تہذیب قائم رہتی ہے۔ اور اگر اڑھائی انگل کا فرق ہو جائے۔ تو تہذیب اڑ جاتی ہے۔ مگر ان میں یہ ایک قاعدہ ہے۔ وہ اسکی پابندی کرتے ہیں۔ اور ہر شخص خیال کرتا ہے۔ کہ یہ بڑا اہم معاملہ ہے۔ اسی طرح

تیرہ کا عدد انگریزوں میں منحوس سمجھا جاتا ہے

کیونکہ حضرت مسیح کے بارہ ۱۲ حواری تھے۔ اور تیرھویں آپ خود تھے۔ لیکن پھر انہی میں سے ایک نے حضرت مسیح کو چند روپوں کے بدلے گرفتار کرا دیا۔ بس اس وقت سے تیرہ کا عدد انگریزوں میں منحوس سمجھا جاتا ہے۔ ان میں بڑے بڑے فلاسفر بڑے بڑے پروفیسر بڑے بڑے مدبر۔ بڑے بڑے سائنسدان اور بڑے بڑے عقلمند اور دانا لوگ ہیں۔ مگر جہاں تیرہ کا اجتماع دیکھیں گے۔ ان کے چہرے زرد پڑ جائیں گے۔ اور کوشش کریں گے۔ کہ کسی طرح اس دعوت سے بھاگ جائیں جس میں تیرہ آدمی جمع ہیں۔ اور یا تو وہ تلاش کر کے کسی چودھویں آدمی کو اپنے اندر شامل کر لیں گے۔ اور اگر کسی چودھویں کو شامل نہ کر سکیں۔ تو ایک ان میں سے ضرور کھسک جائے گا۔ تاکہ تیرہ کی نحوست ان پر نہ آئے۔ ایک لطیفہ مشہور ہے۔ کہ ایک دفعہ کسی دعوت میں تیرہ انگریز شریک ہوگئے۔ اب ان میں سے ہر ایک نے چاہا۔ کہ میں اس دعوت سے کسی طرح کھسک جاؤں۔ تاکہ بارہ پیچھے رہ جائیں۔ اور نحوست جاتی رہے۔ مگر چونکہ وہ یہ بات کھلے طور پر کہہ نہیں سکتے تھے۔ اسلئے ہر ایک نے اپنے اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیا۔ کہ میں اس مجلس سے کھسک جاؤں گا۔ چنانچہ ایک ایک کر کے سب اس مجلس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سے اُٹھ گئے۔ اور صرف میزبان ہی پیچھے رہ گیا۔ مہمان کوئی نہ رہا۔ تو یہ لوگ اول درجہ کی احمقانہ باتوں کے پیچھے چلتے ہیں۔ مگر جب خدا تعالےٰ کی طرف سے کوئی احکام نازل ہوں۔ تو کہنے لگ جاتے ہیں۔ کہ اس میں یہ شرط ہے۔ وہ قید ہے۔ فلاں پابندی ہے۔ اور فلاں سختی ہے۔ حالانکہ وہ خود دنیوی امور میں ان پابندیوں سے بہت زیادہ خطرناک پابندیوں میں جکڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ پس یاد رکھو۔ نماز باجماعت اسلام کے اہم اصول میں سے ایک اصل ہے۔ جو شخص بغیر بیماری اور بغیر کسی ایسی تکلیف کے نماز چھوڑتا ہے۔ جس میں اس کا نماز باجماعت سے محروم رہنا مجبوری قرار دی جا سکے۔ وہ نماز کو عمداً ضائع کرتا ہے اور جو قوم نماز ضائع کر دیتی ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ کے فضل کو کبھی حاصل نہیں کر سکتی۔ (الفضل)

فاروق کی ایک مراسلت پر ناظر صاحب تعلیم و تربیت کا اعتراض اور اسکی اصلاح

اخبار فاروق مورخہ ۲۸ فروری ۳۹ء نمبر ۸ کے صفحہ ۳ پر ایک نامہ نگار کی طرف سے زیر عنوان "یادِ حسین میں چند آنسو" جو مضمون شائع ہوا ہے۔ اس کے متعلق باستصواب حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب مفتی سلسلہ یہ معلوم ہوا ہے۔ کہ وہ احمدی نقطہ نگاہ سے درست نہیں ہے۔ اس واسطے ناظر صاحب موصوف کا ارشاد ہے۔ کہ اس کے متعلق ایک اصلاحی نوٹ فاروق میں شائع کر دیا جائے۔

میں شرحِ صدر سے تسلیم کرتا ہوں۔ کہ فاروق میں ایسا کوئی مضمون جو احمدیت کے کسی معمولی سے معمولی عقیدہ کے خلاف بھی ہو۔ ہرگز شائع نہ ہونا چاہیئے۔ اور مضمون نگار سید عنایت حسین شاہ صاحب جو شیعہ سے احمدی ہوئے ہیں۔ بوجہ عدم علم بعض باتیں ایسی لکھ گئے ہیں جو واقعی قابل اعتراض معلوم ہوتی ہیں۔ اسلیئے میں نہایت افسوس کے ساتھ معذرت کرتا ہوں۔ کہ مجھ سے بھی یہ سہو ہو گیا۔ کہ میں نے اس مضمون کو بنظر امعان نہیں پڑھا۔ اور جیسا تھا ویسا ہی نقل کر دیا۔ انشاء اللہ آئندہ کوئی ایسا مضمون حتی الامکان فاروق میں شائع نہ ہوگا۔ جو سلسلہ کی روایات کے کسی طرح بھی خلاف ہو۔ اس مضمون سے میں اپنی بیزاری کا اعلان کرتا ہوا مضمون

(بقیہ تمام صفحہ ۷ کے نیچے)

تبلیغی رپورٹ مشن ہائے تحریک جدید بیرون ہند

مشن جاوا

مورخہ ۱۴ تا ۲۸ اپریل۔ ملک عزیز احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ عرصہ زیر رپورٹ میں درس قرآن مجید اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام باقاعدہ جاری رہا۔ انفرادی تبلیغ کی۔ ایک غیر احمدی کے گھر پر تبلیغی گفتگو ہوئی۔ اعتراضات کے جواب دیئے گئے۔ اہل خانہ لگاتار مخالفت کرتا رہا۔ مگر سامعین پر بہت اچھا اثر ہوا۔ خلافت جوبلی فنڈ کے لئے تحریک کی۔ نئے مبائعین سے وعدے لکھوائے۔ حضور کے خطبہ کے مطابق تمام نے وعدے لکھوائے کہ نئے احمدی بنائیں گے۔

مشن ہانگ کانگ

مورخہ $\frac{4}{39}$ ۲۱ تا $\frac{5}{39}$ ۱۰۔ چودھری محمد اسحاق صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ عرصہ زیر رپورٹ میں ۲۳ دوست ملنے کے لئے آئے۔ اور ۳۴ دوستوں کو جا کر ملا۔ ایک رسالہ Devine Bugle دو ہزار کی تعداد میں شائع کیا۔ اور ایک سرکولر لیٹر قبر مسیح کے متعلق شائع کیا گیا۔ ۴۰۰ کی تعداد میں بذریعہ ڈاک اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں میں بھیجا گیا۔ ۷۰ دستی دوستوں میں تقسیم کیا گیا۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں نے پیغام بھجوائے۔ کہ ہم تو اسلام کے متعلق اس سے پیشتر اور ہی قسم کے خیالات رکھتے تھے۔ لیکن اسلام تو ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ اس چھوٹی سی کتاب سے کافی تبلیغ ہو رہی ہے۔ ایک طالب علم دوست نے بڑے گرجے کے سامنے قبر مسیح کے متعلق اشتہار تقسیم کیا۔ لوگوں نے کہا۔ کہ عیسائیت کی کنجی آپ کے پاس ہے۔ اس وجہ سے ہندوستانی طبقہ پر بھی اچھا اثر پڑ رہا ہے۔

مشن ارجنٹائن

مولوی رمضان علی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ عرصہ زیر رپورٹ میں بعض احمدی احباب کو جو اجلاس میں شریک نہ ہوئے تھے۔ ان کو تلقین کی۔ کہ آئندہ باقاعدگی اختیار کریں۔ نماز جمعہ ادا کی۔ اور خطبہ میں موجودہ سیاسی و اجتماعی مصائب کا حل قرآن سے بیان کیا۔ ہفتہ واری اجلاس میں کئی دوست تشریف لائے۔ بعض کو احمدیہ لٹریچر مطالعہ کے لئے دیا۔ ایک دوست سے چندہ عام وصول کیا۔

سنگاپور مشن

مولوی غلام حسین صاحب ایاز یکم تا ۷ رمئی کی ڈائری میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ عبدالحمید اور محمد علی احمدی نوجوان انجمن میں آکر دلائل احمدیت سیکھتے رہے۔ اور عبدالحمید صاحب کے نام سے ایک ٹریکٹ شائع کیا گیا۔ جو بہت مؤثر ثابت ہوا۔ دو ہزار چھپوایا گیا۔ جس میں سے ۱۸ سو سنگاپور میں تقسیم کیا گیا۔

دو زیر تبلیغ اشخاص خدا کے فضل سے احمدیت کے بالکل قریب ہیں۔ ایک ان میں سے معمر عرب ہیں۔ عبدالحمید صاحب نے دفتر کا کام چھوڑ دیا ہے۔ اور دن رات قادیان ہی کا شوق رہتا ہے۔ اور اس انتظار میں ہے۔ کہ قادیان سے اجازت ملے تو جلد قادیان پہنچے۔ نہایت ذہین اور لائق لڑکا ہے۔ دعا فرماویں۔ اللہ تعالےٰ اسکو قوم اور احمدیت کے لئے مفید بنا دے۔

سہ ماہی رپورٹ احمدیہ مشن گولڈ کوسٹ

خدا کے فضل اور رحم کے ماتحت عرصہ زیر رپورٹ میں سرزمین گولڈ کوسٹ کے ۱۴۸ گاؤں میں تبلیغ کی گئی۔ ۶۷ لیکچر دیئے گئے۔ ۶۹۳۲ اشخاص نے ان لیکچروں میں شمولیت اختیار کی۔ ۶۸۳ نفوس تک بذریعہ ملاقات پیغام حق پہنچایا گیا۔ ۵۶ نو مبائعین سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ ۲۴ افراد کو لٹریچر پڑھنے کے لئے دیا گیا۔ خاکسار ایک ہفتہ کے لئے بیرونی جماعتوں کے دورہ پر گیا۔ تربیت جماعت کے علاوہ کئی مقامات پر پبلک لیکچر بھی دیئے۔ مورخہ ۱۲ مارچ کو مجلس مشاورت کا اجلاس منعقد کیا گیا۔

تمام مبلغین جماعت و چیف رؤساء اور ممبر ایگزیکٹو کمیٹی شریک جلسہ ہوئے۔ مختلف امور متعلقہ جماعت زیر بحث لائے گئے۔ مورخہ ۱۴ مارچ کو خلافت جوبلی ڈے نہایت ہی شان کے ساتھ منایا گیا۔ احمدی احباب دور دراز علاقوں سے بکثرت تشریف لائے۔ احمدیہ مدارس کے مابین ایک ٹورنامنٹ قائم کیا گیا۔ طلباء نے مختلف کھیلوں میں حصہ لیا۔ حضور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت عالیہ میں جماعت کی طرف سے مبارکباد کا تار ارسال کیا گیا۔ تمام احباب جماعت پر مشتمل ایک جلوس نکالا گیا۔ جس نے شہر سالٹ پانڈ کے گرد چکر کاٹا۔ خاکسار نے تاریخ سلسلہ اور کارہائے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ پر مسلسل چار گھنٹہ تک لیکچر دیا۔ جو دوست بوجہ عدم فرصت تقریب میں شامل نہ ہو سکے۔ انہوں نے مبارکباد کے تار بھیجے۔

الغرض ۱۴ مارچ کا دن ہر احمدی کے لئے نہایت ہی مسرت اور خوشی کا دن تھا۔ باوجود ملک میں مالی تنگی کے انتہا تک پہنچنے کے اتنے دوستوں کا مرکز میں جمع ہو جانا ان کے اخلاص اور حضور ایدہ اللہ کی ذات بابرکات کے ساتھ وفا پر شاہد ناطق ہے۔ یہاں تک کہ بعض چالیس و پچاس میل کا سفر پیادہ طے کر کے یہاں پہنچے۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

مورخہ ۳۰ اپریل کو یوم التبلیغ منایا گیا۔ جس میں ہر احمدی مرد و زن نے بالعموم حصہ لیا۔ عرصہ مذکور میں قریباً ہر روز بعد نماز فجر قرآن مجید۔ حدیث شریف کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام و وحی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا درس ہوتا رہا۔ مبلغین کلاس کے طلباء کو اسباق دیئے جاتے رہے۔ لوکل ڈاک اور دیگر امور جماعت بفضلہ تعالےٰ بخوبی سرانجام دیئے جاتے رہے۔

(نذیر احمد مبشر سیالکوٹی مبلغ گولڈ کوسٹ)

مضمون نامہ نگار صاحب سے بھی جو ایک مخلص احمدی ہیں۔ توقع رکھتا ہوں۔ کہ وہ جلد اپنی معذرت لکھ کر فاروق میں شائع کرنے کے لئے مجبور ہوں گے۔ اس مضمون کے بعض الفاظ جو سلسلہ احمدیہ کے عقائد کے خلاف ہیں۔ سہواً چھپ گئے ہیں۔ ایڈیٹر فاروق۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطبہ جمعہ مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۳۹ء

توسیع مساجد کے لئے چندہ کی تحریک پر عمل کرنے میں نوجوانانِ خدام الاحمدیہ کی ناتجربہ کاری

فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

میں نے گذشتہ سے گذشتہ جمعہ میں **مساجد احمدیہ کے لئے چندہ** کا اعلان کیا تھا۔ اور خدام الاحمدیہ کے یہ کام سپرد کیا تھا۔ قادیان میں انہوں نے چندہ جمع کرنے کی تو کوشش کی ہے۔ مگر اتفاقاً ان کی ایک لسٹ جو ہمارے گھر میں پہنچی اسے دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔ کہ گو وہ تعلیم یافتہ نوجوان ہیں۔ اور میرے خطبات کا مضمون بھی واضح تھا۔ یہ چندہ ایسی نادانی سے جمع کیا گیا ہے۔ کہ تحریک کو ہی ضائع کر دیا ہے۔ اتفاقاً ان کی ایک لسٹ میرے ہاتھ آگئی۔ جو کسی آدمی نے ہمارے ہاں بھجوائی تھی۔ اس میں ہر ایک کے نام کے آگے ایک ایک آنہ لکھا تھا۔ حالانکہ میں نے یہ کہا تھا۔ کہ ایک آنہ سے لے کر دس روپیہ تک اس میں دیا جا سکتا ہے۔ مگر ان لوگوں نے غالباً

نادانی اور ناتجربہ کاری

سے یہ خیال کر لیا۔ کہ خطبہ تو ہر ایک شخص کو یاد ہی ہوگا۔ اور پھر جس کا ارادہ زیادہ دینے کا ہوگا۔ وہ زیادہ دے دیگا۔ ان کی

پہلی غلطی

تو یہ تھی۔ کہ انہوں نے خیال کر لیا۔ کہ خطبہ سب کو یاد ہی ہوگا۔ اور دوسری یہ کہ انہوں نے خیال کر لیا۔ کہ جس نے زیادہ دینا ہوگا۔ خود ہی دے دیگا۔ ان کا یہ خیال انسانی فطرت سے ناواقفی کی دلیل ہے۔ جب کسی سے ایک آنہ مانگا جائے۔ تو اس سے یہ امید رکھنا کہ وہ خود بخود دس روپے دے دیگا۔ انسانی فطرت سے ناواقفی ہے۔ شاید سو میں سے ایک آدمی ایسا ہوگا۔ کہ جو ایک آنہ مانگنے پر بھی دس روپیہ دے دے۔ مگر ننانوے ایسے ہوں گے۔ جو کہیں گے۔ کہ اچھا لے لو ایک آنہ۔ اور ان کی اس نادانی کا یہ نتیجہ ہوا ہے۔ کہ سوائے دو چار آدمیوں کے باقی سب نے

ایک ایک آنہ

ہی دیا ہے۔ حالانکہ جس روز میں نے تحریک کی تھی۔ قادیان میں ہی کئی لوگ بیس بیس اور تیس تیس روپیہ دینے کے لئے تیار تھے۔ بلکہ بعض تو سَو سَو دینے پر آمادہ تھے۔ اور جیسا کہ میں نے بتایا تھا۔ ایک عورت نے اپنی دو سَو روپیہ کی چوڑیاں دے دی تھیں۔ اور اصرار کے باوجود واپس نہیں لیتی تھی۔ مگر چندہ میں سب نے ایک ایک آنہ ہی دیا ہے۔ جب وہ فہرست ہمارے گھر میں پہنچی۔ تو میں نے کہا۔ کہ تمہارا وعدہ دس روپیہ کا تھا۔ اس ایک آنہ سے دھوکا نہ کھانا۔

دوسری غفلت

انہوں نے یہ کی۔ کہ بارہ ایک بجے تک مجھ سے کوئی چندہ لینے نہ آیا۔ آخر میں نے خود ہی دفتر والوں کو بلا کر دس روپے بھجوائے۔ اور سختہ کہا۔ کہ ان کو ملامت کی جائے۔ کہ جب مجھ سے کوئی مانگنے کے لئے نہیں آیا۔ تو میں کس طرح سمجھ سکتا ہوں۔ کہ دوسروں سے مانگا گیا ہوگا۔

پس اس کام میں خدام الاحمدیہ کا طریق عمل ناپسندیدہ ہے۔ گو انہوں نے چندہ تو کیا ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ دل سے کام نہیں کیا۔ یہ ان کا پہلا کام ہے۔ جو میرے سامنے آیا ہے۔ اور افسوس ہے۔ کہ یہی صحیح طور پر نہیں ہوا۔ اس لئے آئندہ مجھے ان کی بہت سی رپورٹوں پر ڈسکاؤنٹ لگانا پڑے گا۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ

باہر کی جماعتیں

اس غلطی کا ارتکاب نہیں کریں گی۔ چاہیئے۔ کہ ہر گھر کے افراد کی فہرست تیار کر لی جائے۔ اور پھر کہا جائے۔ کہ آپ اتنے کس ہیں۔ اور ایک آنہ سے لے کر دس روپیہ فی کس تک چندہ میں دے سکتے ہیں۔ اب آپ اپنے نام کے آگے لکھ دیں۔ کہ کتنا دیں گے۔ اس طرح تو لوگ زیادہ بھی دینے کے لئے آمادہ ہو سکتے ہیں۔ لیکن جب مانگا ہی ایک آنہ جائے۔ اور پہلے ہی سب کے آگے ایک آنہ لکھ کر بھیج دیا جائے۔ تو ہر شخص یہی کہے گا۔ کہ جب سلسلہ کی طرف سے مانگا ہی ایک آنہ گیا ہے۔ تو میں زیادہ کیوں دوں۔ میں نے تو دس روپیہ یعنی

ایک سو ساٹھ آنہ تک کی تحریک

کی تھی۔ مگر انہوں نے ایک آنہ کر دیا۔ اور اس طرح گویا میری نصیحت کا ایک سو انسٹھ حصہ تلف کر دیا۔ اور صرف ایک حصہ پر عمل کیا۔ پس میں بیرونی جماعتوں کو ہوشیار کرتا ہوں۔ کہ وہ ایسی نادانی کا ارتکاب نہ کریں۔ بلکہ چاہیئے۔ کہ ہر فرد جماعت سے دریافت کریں۔ کہ وہ کتنا چندہ دے گا۔ ایک آنہ سے لے کر ایک سو ساٹھ آنہ تک کوئی جتنا چاہے۔ دے سکتا ہے۔ اسی طرح اس حد تک وہ اپنے اور اپنے بیوی بچوں کی طرف سے بھی چندہ دے سکتا ہے۔ پھر یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی شخص اپنی طرف سے مثلاً دس روپے بیوی کی طرف سے پانچ اور بچوں کی طرف سے چار چار آنہ دیدے۔ بہرحال جب ایک آنہ سے لے کر دس روپے تک کی تحریک تھی۔ تو خدام الاحمدیہ کا فرض تھا۔ کہ لوگوں کو موقعہ دیتے۔ کہ کوئی جتنا چاہے۔ لکھوا دے۔ انہیں خود ہی ایک آنہ چندہ لکھ کر لوگوں کو نہیں بھجوانا چاہیئے تھا۔ لیکن انہوں نے خود تو ہر ایک کے نام کے آگے ایک آنہ لکھ دیا۔ اور پھر امید یہ رکھی۔ کہ لوگ زیادہ دے دینگے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ عام طور پر لوگوں نے ایک آنہ ہی دیا ہے۔ میں نے جو چندہ کی لسٹ دیکھی ہے۔ اس سے میں اندازہ کرتا ہوں۔ کہ زیادہ دینے والے پانچ سات سے زیادہ نہیں ہیں۔ حالانکہ میری تجویز پر اگر عمل کیا جاتا۔ تو کئی گنا زیادہ چندہ ہو سکتا تھا۔ اور۔ میرا اندازہ ہے۔ کہ وہ پچاس ساٹھ آدمی جنہوں نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار مجھ پر کیا تھا۔ ان سے ہی ایک ہزار تک وصول ہو سکتا تھا۔ گو ہم نے ان لوگوں سے زیادہ چندہ لیا نہیں تھا۔ مگر پھر بھی لوگوں کے خیالات کا تو علم ہو سکتا ہے۔ لیکن خدام الاحمدیہ نے سب کے نام کے آگے ایک ایک آنہ لکھ کر گویا اس تحریک کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دی۔ یا یوں کہو۔ کہ خالی ہڈی رہنے دی۔ مگر اس میں سے مغز نکال دیا۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی کئی بار توجہ دلائی ہے۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ

جماعت کا نوجوان طبقہ

عقل و ذہانت سے بہت کم کام لیتا ہے۔ اور انسانی فطرت کا بہت کم مطالعہ کرتا ہے۔ اور اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ انہیں جب موقعہ ملے۔ گپیں مارتے رہتے ہیں۔ اور غور و فکر کی عادت نہیں ڈالتے۔ اور زیادہ گپیں مارنے اور باتیں کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ سوچ نہیں سکتے۔ کیونکہ جب زبان بولتی ہے۔ تو دماغ کام نہیں کر سکتا۔ اسلام نے ذکر الٰہی کا حکم اسی لئے دیا ہے۔ کہ جب انسان خاموش ہو۔ تو دماغ کام کرتا ہے۔ جس وقت انسان باتیں کر رہا ہو۔ اس وقت اس کے مدنظر یہ بات ہوتی ہے۔ کہ سننے والوں کے لئے زیادہ سے زیادہ دلچسپی کا سامان ہو۔ اس لئے دماغ کو سوچنے کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ لیکن ذکر الٰہی کے وقت چونکہ لوگوں کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ اس لئے دماغ کو سوچنے کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ اور ذہن ترقی کرتا ہے۔ تو

زیادہ باتیں کرنا

فکر کی عادت کو کم کرتا ہے۔ اور ہمارے نوجوان چونکہ یا تو باتیں کرتے ہیں۔ اور یا پھر سوتے اور کھاتے ہیں۔ اسلئے دماغ کی طاقت کو بڑھانے کا ان کو بہت کم موقعہ ملتا ہے۔ اور انسانی فطرت کا گہرا مطالعہ کرنے کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ وہ اس بات کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ کہ کس طرح کسی کو نیکی کی تحریک کرنا زیادہ مفید ہو سکتا ہے۔ کس طرح انسانی ذہن کو سلسلہ کی ضروریات کی طرف زیادہ سے زیادہ متوجہ کیا جا سکتا ہے۔ کس طرح اصلاح کے لئے آسانی سے تیار کیا جا سکتا ہے۔ وہ صرف باتیں ہی کرنا جانتے ہیں۔ اور باتیں کرنے سے ہی سمجھ لیتے ہیں۔ کہ کام ہو جائے گا۔ حالانکہ دنیا میں کام باتیں کرنے والے نہیں۔ بلکہ سوچنے والوں نے کیا ہے۔ پس

ذکر الٰہی کی عادت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مراقبہ اور فکر سے کام لینا انسانی دماغ کو طاقت دیتے اور کام میں خوبصورتی پیدا کرنے کے لئے بہت ضروری ہے۔ سوچنے اور فکر کرنے سے کام میں خوبصورتی پیدا ہوتی ہے۔ دیکھو وہ بھی معمار ہی تھے۔ جنہوں نے تاج محل کا روضہ تعمیر کیا۔ اور وہ بھی معمار ہی ہیں جنہوں نے دارالصحت کے مکان بنائے ہیں۔ انہوں نے بھی اینٹ پر اینٹ رکھی۔ اور انہوں نے بھی۔ مگر ایک نے فکر سے کام لے کر تحسینِ عمل پیدا کی۔ اور تاج محل بنا دیا۔ اور دوسرے نے غور و فکر سے کام نہ لے کر اپنے کام کو خوبیوں سے عاری کر دیا۔ کام تو دونوں کا ایک ہی ہے۔ مگر ایک نے فکر سے کام لے کر اس میں خوبصورتی پیدا کی۔ اور دوسرے نے ایسا نہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ دونوں کے کاموں میں اتنا ہی فرق ہو گیا۔ جتنا دارالصحت کے مکانات اور تاج محل میں ہے۔ ایک نے ایسا مکان بنایا کہ اگر مفت بھی رہنے کو دیا جائے۔ تو انسان پسند نہیں کرے گا۔ کہ اس میں رہے۔ لیکن دوسرے نے اس میں ایسی خوبصورتی پیدا کی۔ کہ اگر صرف دیکھنے کے لئے پانچ دس روپے ٹکٹ ہو۔ تو لوگ شوق سے دیکھیں گے۔ بعض لوگ یورپ اور امریکہ سے اسے دیکھنے کے لئے آتے ہیں۔ وہاں وہ رہ نہیں سکتے۔ صرف دس پندرہ منٹ پھرتے ہیں۔ یا ایک دو فوٹو لے لیتے ہیں۔ مگر صرف اس کے لئے وہ ہزارہا روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ کہ تاج محل کو نگاہ بھر کر دیکھ سکیں۔ تو یہ

حسنِ کار کا نتیجہ

ہے۔ معمار نے فکر کر کے اس ترتیب سے اینٹیں رکھیں۔ کہ دیکھنے والوں کو آنکھوں کی لذت اور دل کا سرور حاصل ہوتا ہے۔ یہ کام بھی معمار کا ہی ہے۔ اور دوسرا بھی معمار کا ہی ہے۔ جس کے پاس سے انسان چپ چاپ گزر جاتا ہے۔ اور اسے خیال بھی نہیں ہوتا کہ اسے دیکھے۔ ہر فن کا یہی حال ہے۔

کاتب ہیں جو کتابت کرتے ہیں

ان کی انگلیاں بھی ویسی ہی ہیں۔ جیسی دوسرے لوگوں کی۔ لیکن وہ اتنا خوبصورت لکھتے ہیں۔ کہ خواہ مخواہ پڑھنے کو دل چاہتا ہے۔ مگر بعض دوسرے لوگ ایسا گندہ لکھتے ہیں۔ کہ ہزار کوشش کے باوجود نہیں پڑھا جاتا۔ اسکی وجہ صرف یہی ہے۔ کہ کاتب لکھتے وقت سوچتا ہے۔ ہر لفظ اور ہر نقطہ کو دیکھتا ہے۔ کہ یہ مجھے اچھا لگتا ہے۔ یا نہیں۔ اگر میری آنکھوں کو اچھا نہیں لگتا۔ تو پڑھنے والوں کو کیونکر اچھا لگے گا۔ وہ ہر لفظ پر غور کر کے اس میں ایک حُسن پیدا کرتا ہے۔ دلی کے ایک کاتب میر پنجہ کش گزرے ہیں۔ جن کا ہر حرف ایک روپیہ قیمت پاتا تھا۔ وہ اگر کسی فقیر پر مہربان ہوتے۔ تو اسے ایک حرف لکھ دیتے تھے۔ کسی کو ب کسی کو ت کسی کو ج اور فقیر اسے لے جا کر جامع مسجد کے نیچے بیچ دیتے تھے۔ لوگ بڑے شوق سے ایک ایک حرف ایک ایک روپیہ میں خرید کر گھروں میں بطور زینت لگاتے تھے۔ اور پھر ایسے بھی لکھنے والے دنیا میں موجود ہیں کہ جن کا

خط دیکھ کر ہی سر میں درد شروع ہو جاتا ہے

اور یہ بھی پتہ نہیں لگتا۔ کہ یہ کسی آدمی نے لکھا ہے۔ یا کوئی کیڑا سیاہی میں سے گزر گیا ہے۔ لاکھ سر پٹکو۔ وہ پڑھا ہی نہیں جاتا۔ بلکہ دردِ سر سے بھی بڑھ کر زحمت اٹھانی پڑتی ہے۔ میں نے دیکھا ہے۔ بعض خطوط ایسے آتے ہیں۔ کہ گھنٹوں لگے رہتے ہیں۔ پھر بھی کچھ پتہ نہیں لگتا۔ پہلے میں پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ پھر دفتر والوں سے کہتا ہوں۔ کہ اس کا مطلب نکالو اور پھر بعض اوقات سارے زور لگاتے ہیں۔ مگر لفظ پڑھا نہیں جاتا۔ اگرچہ لکھنے والے نے اپنی طرف سے بڑی محنت سے لکھا ہوتا ہے۔ تو کوئی چیز دنیا میں ایسی نہیں۔ کہ جسے حُسنِ تفکر سے تزئین حاصل نہ ہو۔ اور خدام الاحمدیہ نے اس کام میں جو غلطی کی ہے۔ وہ بھی اسی وجہ سے ہے۔ کہ انہوں نے

حُسنِ تفکر سے کام

نہیں لیا۔ اور میں اس بات کو پبلک میں بیان نہ کرتا اگر بیرونی جماعتوں سے بھی ایسی ہی غلطی کا ڈر نہ ہوتا۔ اور اگر اس واقعہ سے نصیحت کا کام نہ لینا ہوتا۔ میں نے خدام الاحمدیہ کو پہلے بھی نصیحت کی تھی۔ کہ ذہانت پیدا کریں۔ اور پھر مرکزی مجلس کو تو سب سے زیادہ اس کا ثبوت دینا چاہیئے۔ لیکن اس کام میں ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ مرکزی عہدیداروں نے دخل ہی نہیں دیا۔ محلہ والوں پر ہی چھوڑ دیا ہے۔

اس موقعہ پر میں پھر ان کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ ذہانت اور عقل سے کام لینا

انتہائی قومی ضرورتوں میں سے

ہے۔ اسلیئے ذہانت کو تیز کریں۔ اور جب ذہانت پیدا ہو جائے۔ اور عقل تیز ہو۔ تو ہزارہا نئے رستے نکل سکتے ہیں۔ دنیا میں کئی قومیں ہیں۔ اور سب کے ایک ہی جیسے ہاتھ اور منہ اور آنکھیں وغیرہ ہیں۔ مگر بعض ان میں سے حاکم ہیں۔ اور بعض محکوم حاکم وہی ہیں۔ جو ذہانت سے کام لیتی ہیں۔ شدتِ ذہانت ایک ایسی طاقت ہے۔ جو قوم کو غالب کر دیتی ہے۔ اور جب اس کے ساتھ قوت عملیہ بھی شامل ہو جائے۔ تو ایسی قوم کا دنیا کی حاکم بن جانا یقینی ہو جاتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے ہندوستانی ہمیشہ اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ کہ انگریز صرف چار کروڑ ہیں۔ اور چھ ہزار میل سے آ کر ہمارے ملک پر حکومت کر رہے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ انگریزوں کو اسکی توفیق کیسے ملی۔ آخر کوئی چیز تو ان میں ایسی تھی۔ جس کی وجہ سے انہیں یہ فضیلت حاصل ہوئی۔ یونہی تو اللہ تعالے ایک قوم کی آزادی چھین کر دوسری کو اس کا حاکم نہیں بنا دیتا۔ آخر اس کی وجہ ہونی چاہیئے۔ ہندوستانی سپاہی ہمیشہ

برطانوی سپاہیوں کو بُرا بھلا

کہتے اور گالیاں دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ وہ بزدل ہوتے ہیں۔ ہمارے برابر لڑائی نہیں لڑ سکتے۔ صوبوں کے گورنر اور دوسرے افسر بھی ہندوستانی سپاہیوں کی تعریف میں بڑی دھواں دھار تقریریں کرتے اور کہتے ہیں کہ وہ بہت وفادار ہوتے ہیں۔ بہادر ہوتے ہیں۔ اور بے شک وہ تنخواہ لیتے۔ اور لڑتے ہیں۔ اور مرتے بھی ہیں۔ لیکن ہمارا تجربہ یہ ہے۔ کہ ان میں سے اکثر گورہ سپاہیوں کو گالیاں دیتے ہیں۔ اور یہاں تک کہتے ہیں۔ کہ وہ جنگ کے موقعہ پر صابن پی لیتے ہیں۔ تا بیمار ہو جائیں۔ اور لڑائی میں شریک ہونے سے بچ جائیں۔ مگر ہم دلیری کے ساتھ لڑتے ہیں۔ یہ باتیں ہمیشہ سے سننے میں آتی ہیں۔ اور ہم بھی بچپن میں یہ سنا کرتے تھے۔ اور آج تک سن رہے ہیں۔ مگر میں نے جونہی ہوش سنبھالا۔ یعنی دس گیارہ سال کی عمر سے ہی یہ سوال کرنا شروع کر دیا۔ کہ اگر وہ ایسے ہی بُزدل ہیں۔ تو تم پر کس طرح حکومت کرتے ہیں۔ ان کے اندر کونسی ایسی خاص بات ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ہمارے ملک پر قابض ہیں۔

اصل بات یہ ہے۔ کہ وہ بزدل ہوں۔ یا کچھ ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ ان کے اندر ذہانت ضرور موجود ہے۔ اور یہ بھی

ایک قسم کی بہادری

ہے۔ دنیا میں مختلف قسم کی بہادریاں ہیں۔ اور مشکل وقت پڑنے پر نہ گھبرانا اور اس کے حل کا کوئی نہ کوئی رستہ تلاش کر لینا یہ بھی ایک قسم کی بہادری ہے۔ پھر ہندوستانی یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ ہمارا ملک اتنا وسیع ہے۔ یہاں سب چیزیں بکثرت پیدا ہوتی ہیں۔ غلہ اور کپاس وغیرہ خام اشیاء انگریز یہیں سے لے جاتے ہیں۔ اور پھر ان سے مختلف چیزیں تیار کر کے ہمیں کو لوٹتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ ان کو اس طرح لوٹنے کی طاقت کیسے حاصل ہوئی۔ یہ تو ہُوا نہیں۔ کہ فرشتوں نے آ کر ہندوستانیوں کے ہاتھ پیر باندھ کر انہیں انگریزوں کے آگے پھینک دیا ہو۔ یا اگر فرشتوں سے ایسی بات منسوب نہ کی جاسکے۔ تو شیطانوں نے ہندوستان فتح کر کے انگریزوں کے حوالے کر دیا ہو۔ ہندوستان نہ فرشتوں نے حوالے کیا۔ اور نہ شیطانوں نے۔ بلکہ انگریزوں نے خود اسے حاصل کیا۔ اور ہم یہ مان لیتے ہیں۔ کہ انہوں نے لڑائی سے اسے فتح نہیں کیا۔ مگر عقل سے تو کیا ہے۔ انہوں نے عقل سے ہی اپنی فوقیت اور برتری ثابت کر دی۔ اور اس صورت میں یہ ماننا پڑے گا۔ کہ گو ہمارے ہاتھ سے ان کا ہاتھ اچھا نہیں۔ مگر

ہمارے دماغ سے ان کا دماغ ضرور اچھا ہے

یہ بھی ایک زبردست فضیلت ہے۔ ہندوستانی کہتے ہیں۔ کہ انگریز چالاکی سے جیت جاتے ہیں۔ مگر چالاکی کیا ہے۔ ذہن کی تیزی کا نام چالاکی ہے۔ اور ہاتھ کی تیزی زیادہ اچھی ہے۔ یا ذہن کی۔ ایک شخص اچھا گورنر ہے۔ ملک کو قابو رکھ سکتا ہے۔ مقدمات کا اچھا فیصلہ کر سکتا ہے۔ اور ایک شخص اچھا دبا سکتا ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ دونوں میں سے کس کی قیمت زیادہ ہوگی۔ اچھے گورنر۔ اچھے فلاسفر۔ اچھے جج کی یا اچھے دبانے والے کی۔ اگر تو دبانے والا زیادہ قیمتی وجود ہے۔ تو بے شک ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ انگریز اچھی تلوار نہیں چلا سکتے۔ اسلیئے ہم ان سے افضل ہیں۔ لیکن اگر

دماغی قابلیت کی قیمت

زیادہ ہے۔ تو جب ہم کہتے ہیں۔ کہ انگریز کا ہاتھ ہمارے ہاتھ سے اچھا نہیں۔ اور پھر یہ حقیقت ہے۔ کہ وہ ہمارے حاکم ہیں۔ تو اس کے صاف معنے یہ ہیں۔ کہ ہم ان کی ایسی فضیلت کا اعتراف کرتے ہیں۔ جو وہ خود بھی بیان نہیں کرتے۔ مگر تم یہ کہہ کر کہ انگریز بزدل ہیں۔ بہت خوش ہوتے ہو۔ کہ

انگریزوں پر حملہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کر دیا۔ حالانکہ جب تم یہ کہتے ہو۔ کہ فلاں قوم لڑائی میں اچھی ہے۔ مگر ذہین نہیں۔ تو یہ بہت کم تعریف ہے۔ لیکن جب یہ کہتے ہو۔ کہ لڑائی میں اچھی نہیں۔ مگر ذہین بہت ہے۔ تو اسکی بہت زیادہ تعریف کرتے ہو۔ اگر کوئی کہے۔ کہ فلاں شخص کے ساتھ پچاس ساٹھ آدمی تھے۔ وہ ان کو لے کر میرے مکان پر آیا۔ مجھے باندھ دیا۔ اور مال اسباب لے کر چلا گیا۔ تو اس میں گھر والے کی کوئی ذلت نہیں۔ اور جس نے لوٹا۔ اسکی کوئی عزت اور خوبی نہیں۔ سوائے اس کے کہ اس کے ساتھ ایک جتھا تھا۔ لیکن اگر وہ اس طرح کہے۔ کہ میرے ساتھ پچاس ساٹھ آدمی تھے۔ اور وہ اکیلا تھا۔ مگر چالاکی کے ساتھ ہمیں شکست دے گیا۔ تو اس میں حملہ آور کی عزت ہوگی۔ ذلت نہیں۔ اسی طرح انگریزوں کا بہت تھوڑی تعداد کے باوجود ہندوستان کو فتح کر لینا ان کی ذہانت کا ثبوت ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ

غیر معمولی ذہانت

نے ہی انگریزوں کو غلبہ دلوایا ہے۔ اور اب یہی جرمنی کو آگے بڑھا رہی ہے۔ اسی کی وجہ سے جاپان ترقی کر رہا ہے۔ اور اسی کے طفیل ترکوں نے ترقی کی۔ ان میں ایک ذہین آدمی اللہ تعالےٰ نے پیدا کیا۔ جس نے تمام قوم کو اوپر اٹھا دیا۔ تو ذہانت

قومی ترقی

کے لئے بہت ضروری چیز ہے۔ اسلئے ہر کام سوچ اور فکر سے کرنا چاہیئے۔ اور سوچ لینا چاہیئے۔ کہ کس طرح کسی کام سے زیادہ بہتر اور مفید نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔

دوسری بات جس کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ میں نے قادیان میں

ناخواندگی کو دور کرنے کی تحریک

کی تھی۔ جو رپورٹیں اس کے متعلق مجھے پہنچی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعض لوگ پڑھنے سے گریز کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ ہم نے پڑھ کر کیا نوکریاں کرنی ہیں۔ خدام الاحمدیہ کو ایسی باتوں سے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ دنیا میں کبھی کوئی ایسی سکیم نہیں ہوئی۔ جسے سب کے سب لوگ قبول کر لیں۔

کچھ نہ کچھ مخالف

ضرور ہوتے ہیں۔ اور اس تحریک میں تھوڑی سی مخالفت برکت کا موجب ہوتی ہے۔ حضرت خلیفہ اول رضؓ سنایا کرتے تھے۔ کہ

ایک دفعہ ایک شخص نے ایک نیک تحریک کی۔ کچھ روز کے بعد آپ اس سے ملے۔ تو دریافت کیا۔ کہ کیا اس تحریک کو کامیابی ہو رہی ہے۔ اس نے کہا۔ کہ ہاں۔ کئی لوگوں کی طرف سے اس کی پسندیدگی کے خطوط آ رہے ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں۔ کہ یہ کوئی

برکت والی تحریک نہیں

آپ نے پوچھا۔ کہ کیوں۔ تو اس نے کہا۔ کہ کسی نے اسکی مخالفت نہیں کی۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو بھی باتیں ہوتی ہیں، ان کے پیش کرنے والوں کو لوگ گالیاں دیتے ہیں۔ تھوڑے دنوں کے بعد وہ شخص آپ کو پھر ملا اور کہنے لگا۔ کہ اب میں اس تحریک کو بابرکت سمجھتا ہوں۔ کیونکہ مغلظات سے بھرا ہوا ایک خط آیا ہے۔ تو کسی

نیک تحریک میں مخالفت برکت کا موجب ہوتی ہے

اور اس تحریک کی جو مخالفت ہوئی ہے۔ یہ ثبوت ہے اس امر کا کہ جماعت میں مرض پیدا ہو رہا ہے۔ جس کے علاج کی طرف ہمیں توجہ کرنی چاہیئے۔ اور وقت پر مرض کا علم ہو جانا بھی برکت ہے۔ کیونکہ اس صورت میں علاج ممکن ہوتا ہے۔ بہت سی بیماریوں کا علاج اسلئے نہیں ہو سکتا۔ کہ بروقت علم نہیں ہوتا اور اس

مخالفت کا پیدا ہونا

ہمیں اس طرف متوجہ کرتا ہے۔ کہ ہمیں زیادہ محنت اور کوشش سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ پس خدام الاحمدیہ بجائے اس مخالفت سے گھبرانے کے زیادہ شوق اور محنت سے کام کریں۔ ایسے لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کریں۔ پہلے محلوں کے ممبر سمجھائیں۔ اگر ان کا اثر نہ ہو۔ تو عہدہ دار ایسے لوگوں کے پاس جائیں۔ یہ بھی بے اثر ہو۔ تو دوسرے بزرگوں کے وفد خدام الاحمدیہ والے لے جائیں۔ جو ان لوگوں کو سمجھائیں۔ اور ان کو چھوڑیں نہیں۔ جب تک کہ قائل نہ کر لیں۔ اگر اپنے آدمیوں کو بھی ہم قائل نہیں کر سکتے۔ تو اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ ہم

اپنی کمزوری کا خود اعتراف

کرتے ہیں۔ کمزور لوگ ہر وقت اور ہر زمانہ میں ہوتے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں بھی منافق لوگ موجود تھے۔ پھر بعض لوگ یہ کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ ایسے لوگوں کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ لیکن یہ بھی صحیح نہیں۔ کمزوروں کو دیکھ کر گھبرانا غلطی ہے۔ مگر اس بات پر مطمئن ہو جانا کہ ایسے لوگ ہر زمانہ میں ہوتے ہیں۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں بھی تھے۔ اس سے بھی بڑی غلطی ہے۔ اگر

پہلے سلسلوں میں کمزور لوگ رہے ہیں

تو ساتھ ہی یہ بھی تو ہے۔ کہ اس زمانہ کے بزرگوں نے کبھی ان کے وجود کو اطمینان کے ساتھ گوارا نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ ان کی اصلاح میں لگے رہتے تھے۔ اسی طرح ہمیں بھی اس کوشش میں لگے رہنا چاہیئے۔ کہ وہ بچ جائیں۔ پس

تعلیمی سکیم کی مخالفت

سے خدام الاحمدیہ کو گھبرانا نہیں چاہیئے۔ بلکہ مخالفوں کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ پہلے خدام خود سمجھائیں۔ اگر اس کا اثر نہ ہو۔ تو پھر پریذیڈنٹ اور سکرٹری وغیرہ ان کے پاس جائیں اور سمجھائیں۔ اس سے بھی فائدہ نہ ہو۔ تو سلسلہ کے دوسرے بزرگ جائیں۔ اور پھر بھی اگر نتیجہ خاطر خواہ نہ پیدا ہو۔ تو مجھے لکھا جائے۔ کیونکہ اتنی کوشش کے باوجود بھی جس کی اصلاح نہ ہو۔ اسکی نسبت سمجھنا چاہیئے۔ کہ اسکی بیماری اس حد تک بڑھ چکی ہے۔ کہ وہ جماعت سے الگ کیا جانے کے قابل ہے۔ پس مخالفت کی وجہ سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ اور نہ اس بات سے مطمئن ہونا چاہیئے۔ کہ

کمزوروں کا وجود لازمی ہے

بے شک ان کا وجود لازمی ہے۔ مگر ان کی اصلاح کی کوشش اس سے بھی زیادہ ضروری اور لازمی ہے۔

تبدیلی نام

قبل ازیں جو اعلان "دارالکتب قادیان" کے نام سے فاروق میں ہوتا رہا ہے۔ اس نام کو اب تبدیل کر کے

کتب خانہ قاسم العلوم

کے نام سے ایک جنرل کتب خانہ ایسا کھولا گیا ہے۔ جس کے ذریعہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ہر ایک کتاب خواہ کسی کی تصنیف نئی ہو یا پرانی۔ اور قرآن مجید۔ حمائلیں معرا و مترجم اور عربی کے قاعدے وغیرہ سب آسانی سے مل سکتے ہیں۔ پس احباب آئندہ اس سابقہ نام سے نہیں۔ بلکہ اس نئے نام "کتب خانہ قاسم العلوم قادیان" کے پتہ پر آرڈر ارسالی فرمائیں۔ فوراً تعمیل ہوگی۔ مطلع رہیں۔

(پنجاب)
مینیجر کتب خانہ قاسم العلوم احمدیہ بازار قادیان

احباب سے درخواست

جو دوست سلسلہ کی کوئی کتاب یا کوئی سلسلہ کی تائید میں شائع کر کے اپنی تصنیف فروخت کرنا چاہیں۔ وہ نئی ہو یا پرانی۔ وہ سب کتب خانہ قاسم العلوم میں ارسال کر دیں۔ ان کو باقاعدہ رسید کتب خانہ مذکور سے وصولی کتب کی ارسال کی جائے گی۔ اور ان کی سب کتابیں کتب خانہ ایسی کمیشن پر جس کا فیصلہ باہمی بذریعہ تحریر کر لیا جائے گا۔ اخبار میں اعلان کر کے فروخت کرتا رہے گا۔ اور ان کو ہر سہ ماہی اپنے حساب کے سمجھنے اور فروخت شدہ کتب کی قیمت وصول کرنے کا حق ہوگا۔ حساب باضابطہ اور صاف رکھا جائے گا۔ پس ایسے دوست جن کے پاس کوئی کتب سلسلہ یا دیگر درسی کتابیں یا رسالہ جات ریویو اور اخبارات سلسلہ بدر و الحکم کے مکمل فائل وغیرہ قابل فروخت ہوں۔ وہ کتب خانہ قاسم العلوم میں بھیجکر رسید حاصل کر لیں۔ ایسی کتابوں کے لئے اخبار میں اشتہار چھپتا رہے گا۔ تاکہ وہ جلد فروخت ہو جائیں۔ اور سہ ماہی پر فروخت شدہ کتابوں کی قیمت بعد وضع کمیشن ادا ہوتی رہے گی۔

المعلن: مینیجر کتب خانہ قاسم العلوم احمدیہ بازار قادیان

؟

کیا آپ نے ہر ایک لکھے پڑھے احمدی دوست کو یہ تبلا دیا ہے۔ کہ تحریک جدید کا اخبار فاروق سلسلہ کے تمام اخباروں سے سستا ہے۔ جس میں باقاعدہ خطبہ جمعہ اور سلسلہ کے حالات۔ مرکز کی اہم خبریں۔ تحریک جدید کی ترقیات۔ دنیا کے عام واقعات۔ مخالفین اسلام و سلسلہ و منکرین خلافت کے جوابات۔ مجاہدین تحریک جدید متعینہ ممالک بیرون ہند کے سیاسی۔ مذہبی۔ اعتقادی۔ رسوماتی تمدنی۔ اقتصادی زبردست مضامین اور غیر ممالک میں تبلیغ کی رپورٹیں جو براہ راست دفتر تحریک جدید سے فاروق میں شائع ہونے کو آتے ہیں۔ اور بھی ضروری مضامین ہوتے ہیں۔ اور بلحاظ ظاہری خوبی کے اسکی لکھائی چھپائی۔ کاغذ بہت اچھا ہے۔ ان سب خوبیوں کے باوجود حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اس کا چندہ صرف ڈھائی روپیہ سالانہ اسلیئے مقرر کیا ہے کہ ہر ایک لکھا پڑھا احمدی اسکو خرید کر خود فائدہ اٹھائے اور اپنی آئندہ نسل کے واسطے اسکے فائل بنا کر محفوظ کر جائے۔

[illegible] فاروق کی خریداری کے لئے اسی وقت تیار ہو جائیں۔ (مینیجر فاروق)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسلمانوں کی حالت زار کا اغیار کی طرف سے اظہار

بعض وقت غیر کا مطالعہ بہت صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اخبار "ریاست" دہلی نے جو کہ ایک غیر مسلم جریدہ ہے۔ حال ہی میں مسلمانوں کی جسمانی کمزوری کے متعلق چند کھری کھری باتیں انہیں سنائی ہیں۔ وہ رقمطراز ہے۔ "اگر غور کے ساتھ اعداد و شمار پر توجہ کی جائے۔ تو یہ اندازہ کرنا کوئی مشکل نہیں۔ کہ پچھلے پندرہ برس میں ہندوؤں میں سیر اور ورزش کا شوق تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے۔ کوئی شہر یا گاؤں ایسا نہیں۔ جہاں کہ ہندو مرد۔ ہندو عورتیں اور ہندو بچے صبح سیر کے لئے اپنے گھروں سے باہر نہ نکلتے ہوں۔ چند میل پیدل نہ چلتے ہوں۔ اور کوئی قصبہ ایسا نہیں۔ جہاں ہندوؤں کی ورزش کے لئے اکھاڑے قائم نہ کر لئے گئے ہوں۔ چنانچہ اس اسپرٹ کا دلچسپ ثبوت آپ کو دہلی اور لاہور میں ہر صبح کے وقت مل سکتا ہے۔ جہاں پانچ بجے صبح سے آٹھ بجے تک ہزارہا کی تعداد میں مرد۔ عورتیں۔ بوڑھے۔ جوان اور بچے جمنا اور راوی کے کنارے سیر کے لئے جاتے ہیں۔ ورزش اور سیر کے متعلق ہندوؤں کی ترقی اور مسلمانوں کی اس گراوٹ کا صاف اور صریح ثبوت اس سے مل سکتا ہے۔ کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے فسادات میں آج سے پندرہ برس پہلے تو ہر جگہ ہندو پٹتے تھے۔ مگر اب کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں مسلمان ہندوؤں کے ہاتھوں مار نہ کھاتے ہوں" (۱۰ر اپریل)

یہ تو شہری ہندوؤں اور مسلمانوں کا موازنہ تھا۔ اس کے بعد معاصر موصوف نے دیہات کی کیفیت بیان کی ہے۔ جو یہ ہے:۔

"اب لیجئے مسلمان کاشتکاروں کی حالت۔ پنجاب کا صوبہ کاشتکاری کے اعتبار سے دوسرے تمام صوبجات میں اہم پوزیشن رکھتا ہے۔ اس صوبہ کے ایک سکھ اور ایک مسلمان کاشتکار کا مقابلہ کیجئے۔ سکھ کاشتکار تو رات کے دو بجے بیدار ہو کر صبح سات بجے تک ہل چلاتا ہے اور سات بجے دھوپ نکلنے پر اپنے کام کو ختم کر دیتا ہے۔ مگر مسلمان کاشتکار صبح سات بجے سے پہلے بیدار نہیں ہوتا۔ بیدار ہونے کے بعد ایک آدھ گھنٹہ حقہ پینے میں صرف کرتا ہے۔ دھوپ زیادہ ہونے کے بعد اس سے کام نہیں ہو سکتا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ سکھ کاشتکار کے مقابلہ پر مسلمان کاشتکار اوسطاً نصف کام بھی نہیں کر سکتا۔ جس کے باعث مسلمان کاشتکاروں کی نسل بھی دن بدن کمزور ہوتی چلی جا رہی ہے"۔

آخر پر ہمارا معاصر مندرجہ الفاظ میں مسلمانوں کو مخاطب کرتا ہے۔ کہ:۔

"اگر مسلمان سورج نکلنے کے بعد بیدار ہوتے ہیں۔ صفائی اور سیر کو ضروری نہیں سمجھتے۔ ان میں محنت کا مادہ دن بدن کم ہو رہا ہے۔ تو ان کو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ قدرت ان کی موت کے وارنٹ تیار کر رہی ہے۔ ان کی موجودہ بے حسی۔ غفلت اور کاہلی کی حالت ان کو بالکل مٹا دینے کا باعث ہوگی"۔

اخبار "سیاست" نے جو کچھ لکھا۔ وہ بالکل درست ہے۔ اور ضرورت تھی۔ کہ مسلمان اسے کان کھول کر سنتے۔ اسلامی اخبارات اس پر پوری توجہ دیتے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ دنیا ایک میدان جد و جہد ہے۔ قدرت نے انسانوں اور قوموں کی ترقی و زندگی کے لئے چند قوانین مقرر کر رکھے ہیں۔ جو انسان یا قومیں ترقی کرنا یا عزت کے ساتھ رہنا چاہتی ہیں۔ ان کے لئے ان قوانین کی پابندی لازمی ہے۔ مسلمان آج کل بہت بڑی حد تک ان قوانین قدرت سے غافل و بے پروا ہیں۔ اس کا نتیجہ جو کچھ ہوگا۔ وہ ظاہر ہے۔ ؎

مسلمانوں اگر تم میں ہے کچھ فکر رسا باقی
تو بتلاؤ کہ مٹنے میں تمہارے کیا رہا باقی
نہ تم میں اب تجارت ہے نہ کچھ فہم و فراست ہے
نہ جسمانی ہی طاقت ہے نہ زور دست و پا باقی
جو اسلامی شرافت تھی وہ مدت سے گئی گذری
نہ تم میں اب وہ تقویٰ ہے نہ زہد و اتقا باقی
اسی کو تم بڑی نعمت بڑی دولت سمجھتے ہو
کہ گھر میں سر پہ بی بی کے ہے اک ثابت ردا باقی
کھڑے ہو کر سرہانے غیر بھی اب تم کو روتے ہیں
نہ غیرت ہی رہی تم میں نہ وہ شرم و حیا باقی

ایڈیٹر پیغام کا کھسیانہ پن

سیدنا امیر المؤمنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جو قادیان کے ناخواندہ احمدیوں کی تعلیم کے متعلق تحریک فرمائی تھی۔ اس پر "پیغام صلح" نے ہرزہ درائی کرتے ہوئے بیہودہ گوئی کی تھی۔ اور نہایت بیحیائی سے ایسی باتیں لکھدیں۔ جن کو پڑھ کر ہر ایک عقلمند کو پیغام کے ایڈیٹر کی کھوپری الٹی نظر آنے لگی۔ یہاں تک کہ ان کی ہی جماعت کے ایک فرد سید عبدالمجید صاحب نے ایڈیٹر پیغام کے منہ پر ایسا تھپڑ رسید کیا۔ جو بیحد لاجواب تھا۔ چنانچہ سید صاحب موصوف کے اس طمانچہ کا ذکر ایڈیٹر پیغام نے ۲۲ رمئی کی اشاعت میں کیا ہے۔ سید صاحب موصوف اوندھی کھوپری والے ایڈیٹر پیغام کو لکھتے ہیں۔ کہ "۱۴ رمئی کے پیغام صلح میں صفحہ ۶ کے تیسرے کالم میں "جناب خلیفہ قادیان کی نئی مہم" کے عنوان کے نیچے جو نکتہ چینی خلیفہ صاحب کی تعلیمی مہم کے متعلق کی گئی ہے۔ اس کو دیکھ کر ایک گاؤں کے نمبردار کی وہ بات یاد آ گئی۔ جس نے گاؤں کی مسجد کے میاں جی سے اپنی ناراضگی کا اظہار لوگوں میں اس انداز سے کیا۔ کہ "میں اس میاں جی کی بانگ پر کلمہ نہیں پڑھوں گا۔" وہی بات آپ نے کی۔ خلیفہ صاحب سے عقائد کا اختلاف سہی۔ لیکن کیا ضرور ہے۔ کہ معقول باتوں میں بھی اختلاف کیا جائے۔ اور پھر اس اختلاف کو تعلیمی حلقہ سے نکال کر اسی تعلیم کو پیر پرستی کا تاریک گڑھا ہی بنا دیا گیا۔ اللہ اکبر۔ اس سے نظام جماعت بھی نظر انداز ہو گیا۔ تنقیدی نظریں بھی غائب ہو گئیں۔ اس تجویز کو جو خلیفہ صاحب نے پیش کی ہے معرض بحث میں لانے کے لئے کسی لمبے چوڑے استدلال کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ دیکھئے۔ کہ عام خواندگی کی اہمیت پر ایک دنیا زور دے رہی ہے۔ ۹ رمئی کا انقلاب ملاحظہ فرمائیے۔ اس کے صفحہ ۹ پر میاں بشیر احمد صاحب بیرسٹر ایٹ لاء سکرٹری پنجاب مسلم لیگ آرگنائزنگ کمیٹی نے "مسلم لیگ ممبروں کے لئے چند کام" جو تجویز کئے ہیں۔ ان میں سے ساتویں نمبر پر ایک کام یہ ہے۔ کہ بالغوں کو اردو پڑھاؤ۔ ہر شخص سال میں کم از کم ایک شخص کو اردو لکھنا پڑھنا سکھائے۔ امیر آدمی سال میں کم از کم تین شخصوں کو اردو پڑھنے لکھنے کے قابل بنانے کا ذمہ لے"۔

اور ملاحظہ فرمائیے۔ سول ملٹری گزٹ ۹ رمئی ۱۹۳۹ء میں "بمبئی میں خواندگی کی مہم کی کامیابی" کے عنوان سے ایسوسی ایٹڈ پریس نے یہ خبر بھیجی ہے۔ کہ ایک نیا پرجوش جذبہ بمبئی کے دس ہزار سے زیادہ مردوں اور عورتوں کی زندگیوں میں پیدا ہو رہا ہے۔ جنہوں نے صرف ایک ہفتہ کے اندر اندر اپنے نام لکھنے اور سادہ فقرے پڑھنے سیکھ لئے ہیں۔ انہیں اس عظیم کامیابی پر فخر ہے۔ اور وہ بڑے شوق سے پڑھ رہے ہیں۔ یہ اس تعلیمی مہم کا نتیجہ ہے۔ جو محض ہفتہ گذشتہ میں ہی شروع کی گئی تھی"۔

اب آپ ہی ان حالات پر غور فرما کر اور اس بات کو بھی مد نظر رکھ کر کہ پنجاب کے وزیر تعلیم صاحب بھی اپنے ملازموں کو پڑھنا لکھنا سکھا رہے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔ کہ جو تعلیمی مہم خلیفہ صاحب نے شروع فرمائی ہے۔ اس میں کیا نقص ہے۔ کیا وہ بہترین تجویز نہیں ہے؟

سید عبدالمجید

سید صاحب سے یہ تھپڑ کھا کر پیغام کا ایڈیٹر کھسیانہ ہو کر اپنے سید صاحب کو جواب دیتا ہے۔ کہ "وہ پیغام صلح کے اس شذرہ کا مکرر مطالعہ کریں۔ تو زیادہ اچھا ہے۔ گویا سید صاحب نے ان کا وہ شذرہ بغیر مطالعہ کئے ہی پیغام صلح کے ایڈیٹر کو تھپڑ مار دیا ہے کاش وہ اب بھی اس قسم کی یاوہ گوئی کو چھوڑ دے۔ تو اچھا ہے۔

رشتہ کی ضرورت

۲ع

ایک نہایت معزز خاندان کی لڑکی کے لئے جس کی عمر ۱۶ یا ۱۷ سال کی ہے۔ اور خواندہ امور خانہ داری سے خوب واقف ہے۔ رشتہ کی ضرورت ہے۔ افغان خاندان کے لئے نادر موقع ہے۔ لڑکا صاحب جائیداد اور برسر روزگار ہو۔ جملہ خط و کتابت بنام مینجر فاروق کی جائے۔ اور جواب کے لئے ہر درخواست کے ساتھ ۱ر کے ٹکٹ بھیجے جائیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چودھویں صدی کے ملانے

خدا کی شان ہے۔ کہ وہ اسلام جس کو محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خدا سے سیکھ کر مخلوق خدا کو بتایا۔ اور اس کے ماننے والوں کا نام مسلمان رکھا۔ آج اس زمانہ کے علماء سوء کی بدولت یہ نام بھی ایسا ہی بھیانک ہو گیا ہے۔ جیسا کہ یہودی آج ایک بُرا نام ہے۔ یہ سب کچھ چودھویں صدی کے ملانوں کی کرتوت ہے۔ یہ ہم ہی نہیں کہتے بلکہ ان کے اپنے اخبار اور رسالے اقرار کر رہے ہیں۔ کہ واقعی اس زمانہ کے مولویوں سے خدا کی پناہ۔ اور یہ نامبارک گروہ درحقیقت علماء ھم شر من تحت ادیم السماء الحدیث کا پورا مصداق ہے۔ چنانچہ امرتسر کے رسالہ "البیان" کا مختصر بیان ناظرین فاروق کی دلچسپی کے لئے ذیل میں نقل کرتا ہوں۔ ایڈیٹر "البیان" لکھتا ہے۔ کہ:۔

"مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن نہ ہندو ہے نہ انگریز۔ اسلام اور پیروان اسلام کا سب سے بڑا دشمن "مُلّا" ہے۔ جو قصبوں میں آکر مولوی بن جاتا ہے۔ اور شہروں میں مولانا"۔

مُلّاں کی یہ تعریف بتا کر آگے اس کے کارنامے بتائے گئے ہیں۔ جو یہ ہیں۔ کہ:۔

"اسلامی ہندوستان کی جڑیں کھوکھلی کرتا جا رہا ہے۔ یہ وہ ذات شریف ہے۔ جس کے فیض سے لکھنؤ اور قصور کے شیعہ سُنّی فساد ہر سال تازہ ہوتے ہیں۔ یہی وہ عالم و فاضل مخلوق ہے۔ جس کی سعادتوں کا ایک بڑا نشان یہ ہے۔ کہ دیوبند دہلی۔ مرادآباد اور سہارنپور کے مدرسوں سے ہر سال گھنی گھنی ڈاڑھیوں والے نوجوان دین اور اخلاق کی سند کے ساتھ ریوڑوں کی صورت میں نکل کر سارے ملک میں پھیل جاتے ہیں"۔

"پھر ان نوجوان ملاؤں کے علم و برکت کا کیا ٹھکانہ ہے۔ مٹی کے ڈھیلے سے لے کر پاجامہ کی اونچائی اور ڈاڑھی کے بالوں کی لمبائی تک جیسے "علمی مسائل" پر وہ معرکہ کے مناظرے ہوتے ہیں۔ رفع یدین اور آمین بالجہر جیسے اصولی" معاملات پر وہ غضب کی بحثیں ہوتی ہیں"۔

آگے ان بحثوں کا نتیجہ بتلایا ہے۔ جس کا جاننا بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ لکھا ہے۔ کہ

"اور پھر ان مناظروں اور بحثوں کے نتیجے میں مسلمانوں کی مختلف جماعتوں میں وہ شدت کے مقابلے ہوتے ہیں۔ کہ ابلیس اور اس کے تمام چیلے چانٹے سالہا سال تک اپنے فرائض سے غافل رہ سکتے ہیں"۔

(البیان امرتسر)

لکھنؤ میں شیعہ سُنّی اسلام کا مظاہرہ

لکھنؤ میں شیعوں اور سُنّیوں میں جو مدح صحابہ اور تبرا کی جنگ شروع ہے۔ اس کے سلسلہ میں لکھنؤ سے نکلنے والے اخبار "ہندوستان" نے ایک دلچسپ واقعہ شائع کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ

"ایک لڑکے نے پتنگ پر مدح صحابہ لکھ کر اڑا دی۔ غضب ہو گیا۔ شیعوں میں کھلبلی مچ گئی۔ فوراً چند "سرفروش" شیعوں نے اپنے اپنے کنکوے بڑھائے۔ اور اس شریر پتنگ کو گھیر کر کاٹ دیا۔ مدح صحابہ کی پتنگ اور کٹ جائے۔ سنیوں کے لئے ڈوب مرنے کا مقام تھا۔ وہ کہاں یہ برداشت کر سکتے تھے۔ فوراً ایک گھنٹہ کے اندر اندر سارا آسمان مدحیہ کنکووں سے پٹ گیا۔ شیعوں سے یہ ظلم برداشت نہ ہو سکا۔ انہوں نے بھی بڑے بڑے کنکوے تبرے لکھ لکھ کر اڑا دیئے پھر کیا تھا۔ رنگ برنگ کی پتنگوں سے آسمان چھپ گیا۔ سنی علماء نے فتوے دے دیا۔ کہ تبرائی پتنگوں کو "مدحیہ پتنگ" سے کاٹ دینا یا اس کے کاٹنے میں مدد کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ جس نے ایک کنکوا بھی کاٹ دیا۔ اس کی سات پشتوں کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ شیعہ علماء نے فتوے دیا۔ کہ مدحیہ پتنگوں کو کاٹ دینا اور اس کے کاٹنے میں مدد کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ جس نے ایک کنکوا بھی کاٹ دیا۔ اس کو حج کا ثواب مل گیا۔ دوکانیں۔ کارخانے۔ اور سب طرح کے کاروبار بند ہو گئے۔ اب "پاکستان والے" یا تو کنکوے بناتے تھے یا کنکوے لڑاتے تھے۔ جس بازار کی طرف گذر جائے۔ کنکوے ہی کنکوے دکھائی دیتے تھے۔ چھوٹے کنکوے۔ بڑے کنکوے۔ کاغذی کنکوے۔ ریشمی کنکوے۔ زہریلا مانجھا۔ آہنی مانجھا۔ فولادی مانجھا۔ موٹی سادی۔ مہین سادی۔ بڑی چرخی۔ چھوٹی چرخی۔ یا کہیں کہیں پر پیچ کاٹ دینے کے کنکوے تعویذ اور دعائیں بھی بکتی تھیں"۔

رہے اہل قبلہ میں جنگ ایسی باہم
کہ دین خدا پر ہنسے سارا عالم۔

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے ایک استفسار کا جواب

والدہ اور بیوی کی ناراضگی

ایک دوست نے خط کے ذریعہ اس امر کا استفسار کیا۔ کہ میری والدہ میری بیوی سے ناراض ہے۔ اور مجھے طلاق کے واسطے حکم دیتی ہے۔ مگر مجھے بیوی سے کوئی رنجش نہیں۔ میرے لئے کیا حکم ہے۔

فرمایا۔ والدہ کا حق بہت بڑا ہے۔ اور اسکی اطاعت فرض۔ مگر پہلے یہ دریافت کرنا چاہیئے۔ کہ آیا اسکی ناراضگی کی تہ میں کوئی اور بات تو نہیں ہے۔ جو خدا کے حکم کے بموجب والدہ کی ایسی اطاعت سے بری الذمہ کرتی ہے۔ مثلاً اگر والدہ اس سے کسی دینی وجہ سے ناراض ہو۔ یا نماز روزہ کی پابندی کی وجہ سے ایسا کرتی ہو۔ تو اس کا حکم ماننے اور اطاعت کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر کوئی ایسا مشروع امر ممنوع نہیں ہے۔ تب تو وہ خود واجب طلاق ہے۔

اصل میں بعض عورتیں محض شرارت کی وجہ سے ساس کو دکھ دیتی ہیں۔ گالیاں دیتی ہیں۔ ستاتی ہیں۔ بات بات میں اسکو تنگ کرتی ہیں۔ والدہ کی ناراضگی بیٹے کی بیوی پر بے وجہ نہیں ہوا کرتی۔ سب سے زیادہ خواہشمند بیٹے کے گھر کی آبادی کی والدہ ہوتی ہے۔ اور اس معاملہ میں ماں کو خاص دلچسپی ہوتی ہے۔ بڑے شوق سے ہزاروں روپیہ خرچ کر کے خدا خدا کر کے بیٹے کی شادی کرتی ہے۔ تو بھلا اس سے ایسی امید وہم میں بھی آ سکتی ہے۔ کہ وہ بیجا طور سے اپنے بیٹے کی بیوی سے لڑے جھگڑے اور خانہ بربادی چاہے۔ ایسے لڑائی جھگڑوں میں عموماً دیکھا گیا ہے۔ کہ والدہ ہی حق بجانب ہوتی ہے۔ ایسے بیٹے کی بھی نادانی اور حماقت ہے۔ کہ وہ کہتا ہے۔ کہ والدہ تو ناراض ہے۔ مگر میں ناراض نہیں ہوں۔ جب اسکی والدہ ناراض ہے۔ تو وہ کیوں ایسی بے ادبی کے الفاظ بولتا ہے۔ کہ میں ناراض نہیں ہوں۔ یہ کوئی سوکنوں کا معاملہ تو ہے نہیں۔ والدہ اور بیوی کے معاملہ میں اگر کوئی دینی وجہ نہیں۔ تو پھر کیوں یہ ایسی بے ادبی کرتا ہے۔ اگر کوئی وجہ اور باعث اور ہے۔ تو فوراً اسے دور کرنا چاہیئے۔ خرچ وغیرہ کے معاملہ میں اگر والدہ ناراض ہے۔ اور بیوی کے ہاتھ میں خرچ دیتا ہے۔ تو لازم ہے۔ کہ ماں کے ذریعہ سے خرچ کرا وے۔ اور کل انتظام والدہ کے ہاتھ میں دے۔ والدہ کو بیوی کا محتاج اور دست نگر نہ کرے۔

بعض عورتیں اوپر سے نرم معلوم ہوتی ہیں۔ مگر اندر ہی اندر وہ بڑی بڑی نیش زنیاں کرتی ہیں۔ پس سبب کو دور کرنا چاہیئے۔ اور جو وجہ ناراضگی ہے۔ اسکو ہٹا دینا چاہیئے۔ اور والدہ کو خوش کرنا چاہیئے۔

دیکھو شیر اور بھیڑیے اور اور درندے بھی تو ہلائے سے ہل جاتے ہیں۔ اور بے ضرر ہو جاتے ہیں۔ دشمن سے بھی دوستی ہو جاتی ہے۔ اگر صلح کی جاوے۔ تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ والدہ کو ناراض رکھا جاوے۔

فرمایا۔ ایک شخص کی دو بیویاں تھیں۔ بیویوں میں باہمی نزاع ہو جانے پر ایک بیوی خود بخود بلا اجازت اپنے گھر میکے چلی گئی۔ وہ شخص میرے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ میں طلاق دے دوں۔ میں نے سوچا۔ کہ یہ معاملات بہت باریک ہوتے ہیں۔ سوکن کو بڑی بڑی تلخیاں اٹھانی پڑتی ہیں۔ اور بعض اوقات دیکھا گیا ہے۔ کہ بعض عورتیں اپنی مشکلات کی وجہ سے خودکشی کر لیتی ہیں۔ جس طرح دیوانہ آدمی مرفوع القلم ہوتا ہے۔ اسی طرح سے یہ بھی ایسے معاملات کی وجہ سے مرفوع القلم اور واجب الرحم ہوتی ہیں۔ کیونکہ سوکن کے مشکلات بھی دیوانگی کی حد تک پہنچا دیتے ہیں۔

اصل بات یہ تھی۔ کہ وہ شخص خود بھی دوسری بیوی کی طرف ذرا زیادہ التفات کرتا تھا۔ اور وہ بیوی بھی اس بیچاری کو کوستی اور تنگ کرتی تھی۔ آخر مجبور ہو کر اور ان مشکلات کی برداشت نہ کر کے چلی گئی۔ چنانچہ اس شخص نے خود اقرار کیا۔ کہ واقعی یہی بات تھی۔ اور اپنے ارادہ سے باز آیا۔

ایسے قصوروں کو تو خود خدا بھی معاف کر دیتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے۔ لا تحملنا مالا طاقۃ لنا بہ۔ جو امر فوق الطاقت اور ناقابل برداشت ہو جائے۔ اس سے خدا بھی درگذر کرتا ہے۔

دیکھو۔ حضرت ہاجرہ کا واقعہ بھی ایسا ہی ہے جو کہ مومنین کی دادی تھی۔ پہلی مرتبہ جب وہ نکالی گئی۔ تو فرشتہ نے اسے آواز دی۔ اور بڑی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تسلی دی۔ اور اس سے اچھا سلوک کیا۔ مگر جب دوسری مرتبہ نکالی گئی۔ تو سوکن نے کہا۔ اسکو ایسی جگہ چھوڑ دو۔ جہاں نہ دانہ ہو نہ پانی۔ اسکی غرض یہی تھی۔ کہ وہ اس طرح سے ہلاک ہو کر نیست و نابود ہو جائے گی۔ اور حضرت ابراہیمؑ کا ایسا منشا نہ تھا۔ مگر خدا نے حضرت ابراہیمؑ کو کہا۔ کہ اچھا۔ جس طرح یہ کہتی ہے۔ اسی طرح کیا جائے۔ اور سارہ کی بات مان لے۔ اصل میں بات یہ تھی۔ کہ خدا کا منشاء قدرت نمائی کا تھا۔ توریت میں یہ قصہ مفصل لکھا ہے۔ بچہ جب بوجہ شدت پیاس رونے لگا۔ تو بیوی ہاجرہ پہاڑ کی طرف پانی کی تلاش میں ادھر ادھر گھبراہٹ سے دوڑتی بھاگتی پھرتی رہی۔ مگر جب دیکھا۔ کہ اب یہ مرتا ہے۔ تو بچے کو ایک جگہ ڈال کر پہاڑ کی چوٹی پر دعا کرنے لگ گئی۔ کیونکہ اس کی موت کو دیکھ نہ سکتی تھی۔ اسی اثناء میں غیب سے آواز آئی۔ کہ ہاجرہ۔ ہاجرہ لڑکے کی خبر لے۔ وہ جیتا ہے۔ آکر دیکھا۔ تو لڑکا جیتا تھا۔ اور پانی کا چشمہ جاری تھا۔ اب وہی کنوآں ہے۔ جس کا پانی ساری دنیا میں پہنچتا ہے۔ اور تعظیم اور شوق سے پیا جاتا ہے۔ (الحکم ۲۶ مارچ ۱۹۰۸ء)

چیدہ خبریں

لنڈن۔ حکومت برطانیہ نے مسئلہ فلسطین کے متعلق اپنی تجاویز شائع کر دی ہیں۔ عربوں کے اس مطالبہ کو قبول نہیں کیا گیا۔ کہ میکموہن خطوط کے اساس کی بناء پر فلسطین کو ایک عرب ریاست میں تبدیل کر دیا جائے۔ حکومت برطانیہ نے جو تجاویز مرتب کی ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے:۔

(۱) دس برس میں فلسطین کو مستقل ریاست بنا دیا جائے۔ اس دوران میں انتظامات کی ذمہ واری حکومت برطانیہ کے ہاتھ میں رہے۔

(۲) امن قائم ہوتے ہی باشندگان فلسطین کو تدریجاً نظم و نسق میں حصہ دیا جائے۔ مقصد یہ ہو۔ کہ اہل فلسطین برطانوی مشیروں کی مدد سے اور ہائی کمشنر کی زیر نگرانی جملہ محکموں کا چارج سنبھال لیں۔

(۳) مختلف محکموں کے افسرانِ اعلےٰ کی ایک اگزیکٹو کونسل بن جائے گی۔ جو ہائی کمشنر کو مشورے دے گی۔ اور اس میں عربوں اور یہودیوں کو تناسب آبادی سے نمائندگی ملے گی۔ (۴) جب تمام محکمے اہل فلسطین کے قبضے میں آجائیں گے۔ تو اگزیکٹو کونسل کو مجلس وزراء میں تبدیل کر دیا جائے گا۔ (۵) حکومت نے فی الحال نمائندہ مجلس قانون ساز بنانے کی کوئی تجویز پیش نہیں کی۔ لیکن اسے بہر حال ایک مناسب آئینی ترقی سمجھا جائیگا۔ اور رائے عامہ پسند کرے گی۔ تو حکومت ایسی مجلس کے قیام پر تیار ہو گی۔

(۶) قیام امن سے پانچ برس بعد فلسطینی نمائندوں اور حکومت کے نمائندوں پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی جائے گی۔ جو دستوری انتظامات کے غور و معائنہ کے بعد آزاد فلسطین کے لئے تجاویز پیش کرے گی۔ (۷) حکومت برطانیہ مندرجہ ذیل امور کے متعلق تسلی کی طلبگار ہو گی۔ (۱) مقامات مقدسہ کی حفاظت اور ان کی زیارت کی آزادی۔ (ب) مختلف مذہبی گروہوں کی جائیدادوں اور مفاد کی حفاظت۔ (ج) مختلف قوموں کی حفاظت (د) بعض غیر ممالک کے مفاد کی حفاظت۔ (۸) گذشتہ اپریل سے لے کر پانچ برس تک صرف پچھتر ہزار یہودی آسکیں گے۔ اس کے بعد یہودیوں کا داخلہ بند کر دیا جائے گا۔ البتہ وہ عربوں کی اجازت سے داخل ہو سکیں گے۔ (۹) انتقال اراضی کے انتظام کا اختیار ہائی کمشنر کو ہو گا۔

لنڈن۔ قضیہ فلسطین کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے اعلیحضرت رضا شاہ پہلوی شاہ ایران نے فرمایا۔ کہ حکومت برطانیہ اس سلسلہ میں دنیا کی سب سے بڑی قوم (مسلمانوں) کی دشمنی مول لے رہی ہے۔ اور مسلمانانِ فلسطین سے اچھا سلوک نہ کر کے نقصان اٹھائے گی۔ اور اب ایران۔ ٹرکی۔ اور افغانستان مجبوراً اپنے بھائیوں کی امداد کے لئے اٹھیں گے۔

شاہی تخت کی چوری } چین کا شاہی تخت جس کی قیمت ۶ لاکھ پونڈ ہے۔ ہالینڈ کے ایک جہاز سانڈم پر امریکہ کی نمائش میں رکھے جانے کے لئے لے جایا جا رہا تھا۔ کہ رستہ سے چوری ہو گیا۔ اس سے سنسنی پھیل گئی ہے۔

پیرس۔ حکومت برطانیہ نے سویٹ روس کے نوٹ کے جواب میں تار دیا ہے۔ کہ اگر روس پر حملہ کیا گیا۔ تو برطانیہ اور فرانس اسکی ضرور امداد کریں گے۔

— جگت گورو شنکر اچاریہ نے ریاست حیدر آباد کا دورہ کر کے اور حالات پر غور کرنے کے بعد یہ ظاہر کیا ہے۔ کہ حیدر آباد کے متعلق آریہ سماجیوں کی اکثر شکایات بے بنیاد ہیں۔

لاہور۔ لالہ دنی چند صاحب انبالوی کانگرسی نے حیدر آباد جیلوں میں ستیہ گرہیوں سے ملاقات کے بعد ایک بیان شائع کیا ہے۔ جس میں بتلایا ہے۔ کہ ستیہ گرہی قیدیوں کو ان جیلوں میں کوئی شکایت نہیں۔

راجکوٹ۔ ٹھاکر صاحب نے گاندھی جی کے بیان کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ انہوں نے غلطی کا اعتراف کر کے زبردست دلیری دکھائی ہے۔ ٹھاکر صاحب نے تمام سخت گیرانہ قوانین واپس لے کر ضبط شدہ جائدادیں اور جرمانے واپس کرنے کا حکم دے دیا ہے۔

— مسئلہ راجکوٹ کے سلسلہ میں گاندھی جی نے ایک بیان شائع کر کے چیف جسٹس کے فیصلہ سے دست برداری اختیار کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ میرا برت اہنسا کے خلاف تھا۔

تحریک جدید کا دواخانہ

معجون قرنفل

معدہ کی خرابی تمام اعضاء پر اثر انداز ہوتی ہے۔ قوت ہاضمہ میں فتور آچکا ہو۔ تو صالح خون کم پیدا ہوتا ہے۔ اور جسم کی نشوونما پورے طور پر نہیں ہوتی۔ بھوک کم لگتی ہے۔ قبض رہتی ہے آنتوں میں خشکی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں معجون قرنفل اکسیر ثابت ہو چکی ہے۔ معدہ اور آنتوں کو نہایت درجہ قوت پہنچاتی ہے۔ قبض کی شکایت رفع ہو جاتی ہے۔ اور غذا ہضم ہو کر جزوِ بدن بننے لگتی ہے۔ دماغ کو بھی جلا دیتی ہے۔ قیمت بیس روز کی خوراک عہ ترکیب استعمال:۔ رات کو سوتے وقت ایک تولہ معجون پانی کے ساتھ استعمال کریں۔

ملنے کا پتہ:۔

ویدک یونانی دواخانہ لمیٹڈ۔ زینت محل دہلی

درد گردہ یا گردہ کی پتھری

یہ دونوں نام دراصل ایک ہی بیماری کے ہیں۔ جب گردوں میں پتھری پیدا ہو جاتی ہے۔ تو صرف پیدا ہو جانے سے چنداں تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ ہاں اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ گردوں کی جگہ پر ذرا بوجھ سا ہے۔ (گردوں کا مقام کمر سے ذرا اوپر ریڑھ کی ہڈی کے دائیں اور بائیں واقع ہے) جن کے گردوں میں پتھری ہوتی ہے۔ ان کو ہمیشہ یا کبھی کبھی قبض ہو جاتا ہے۔ یعنی پاخانہ کھل کر نہیں آتا۔ دیر تک بیٹھنا پڑتا ہے۔ اور بعض لوگوں کو کمر میں درد بھی رہتا ہے۔ گرم اور ترش چیزیں یعنی گوشت سرخ مرچ اچار وغیرہ کھانے سے اور گرم موسم میں سفر کرنے سے پیشاب جل کر آتا ہے۔ اور بعض کو ریت سی چیز پیشاب میں خارج ہوتی ہے۔ لیکن جب پتھری سے چھوٹا سا ٹکڑا ٹوٹ کر پیشاب کی نالیوں میں پھنس جاتا ہے۔ تو پھر خدا کی پناہ۔ شدت سے درد ہوتا ہے۔ جو برداشت سے باہر ہوتا ہے۔ اسی کا نام درد گردہ یا قولنج گردہ ہے۔

علاج:۔ ڈاکٹروں میں تو یہی مشہور ہے۔ کہ اپریشن سے پتھری نکال دی جائے۔ لیکن یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ جان کا خطرہ اور خرچ زیادہ۔

ہمارا طرزِ علاج:۔

"پتھری توڑ عہ"

یہ ایک خاص دوا ہے۔ جو اس بیماری کا کامیاب علاج ہے۔ اس کے استعمال سے پتھری گھل کر پیشاب کے ساتھ خارج ہوتی رہتی ہے۔ حتیٰ کہ ساری خارج ہو جاتی ہے۔ اور گردے بالکل خالی ہو جاتے ہیں۔ یہ دوا تلخ اور بدمزا نہیں۔ قدرے نمکین ہے۔ جو آسانی سے کھائی جاتی ہے۔ تین ماہ تک کھانی چاہیئے۔ تین ماہ کی دوا کی قیمت چھ روپے ہے۔ اور اگر قبض بھی ہو۔ تو قبض کشا گولیاں "عہ" کا استعمال کریں۔ ۶۰ گولیوں کی شیشی کی قیمت ایک روپیہ۔

دواخانہ و مطب حکیم مولوی نظام الدین مبلغ ممتاز الاطباء قادیان ضلع گورداسپور

قادیان سے جو چیز یا دوائی منگوانی ہو۔ مندرجہ ذیل پتہ سے منگائیں۔ بذریعہ وی۔پی جلد ارسال کی جائے گی۔

مینجر فاروق ایجنسی قادیان ضلع گورداسپور